وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

BADR

اخبار بدر

QADIAN

اگر تو تشنہ لبی از فراق یار ازل

Reg. No. L. CCLXXXVIII

بنوش جرعۂ وصلش

سالانہ قیمت پیشگی سالانہ للعمہ

جلد ۱۴

مورخہ ۱۲ محرم سنہ ۱۳۳۲ ہجریہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء - ۲۷ مگھ

ضعیف و مردہ دلی گر بقادیان در آ

ایڈیٹر صاحب عمیؔ جانشین میاں معراج الدین

کہ ہست محیِ موتیٰ کلامِ نور ملی

قادیان مسیح گورداسپور

نمبر ۲۲

اخبار قادیان و برادران احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہٖ بخیریت ہیں تمام درس حسب معمول ہوتے ہیں۔ گذشتہ ایت دار کو پیچش سے تکلیف ہو گئی تھی ✦ اہل بیت مسیح موعود میں ہر طرح سے خیریت ہے میاں ناصر احمدؐ صاحب اچھے ہیں۔ فالحمد للہ۔

حضرت خواجہ صاحب نے جس جنتری کے متعلق اعلان کیا تھا وہ چھپ کر آ گئی ہے۔ جن کی طرف سے قرآن و حدیث کے کلمات لکھے گئے ہیں اون سے فی کس عہ اور دیگر خریداران سے فی نسخہ عہ اس کا چارج ہے اس بہانہ سے بھی یورپ میں قرآن و حدیث کے پاک کلمات کی کچھ اشاعت ہو گئی۔ خوشی کی بات ہے۔ خواجہ صاحب اپنے تازہ خطوط میں فرماتے ہیں کہ انگلستان کی قریباً سب اخباروں میں لارڈ ہیڈلے کی تصویر چھپی ہے اور اس کے قبول اسلام کے ساتھ میرا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور میرے نام نئے قسم کے خطوط کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اخباروں والے خود خواہش کرتے ہیں کہ دین اسلام کے متعلق مضامین لکھ کر انکو دئے جاویں۔ لارڈ ہیڈلے کے اعلان پر کوئی مخالفت نہیں ہوئی بلکہ عموماً تعریفی الفاظ میں اس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ عنقریب اور خوش کن خبریں لکھونگا۔ اس وقت تک لارڈ ہیڈلے۔ ایک نوجوان اور تین خاتونیں مسلمان ہو چکی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا کشف پورا ہوا فالحمد للہ ✦ برادر عبد الرشید احمدی نے میرٹھ سے مبلغ عہ روپے خواجہ صاحب کی امداد کے واسطے بھیجے ہیں

برادران سید ولی اللہ و شیخ عبد الرحمان صاحب بخیریت اپنی تعلیم میں ملک مصر میں مصروف ہیں ان کے خطوط عربی زبان میں آتے ہیں ✦

منشی فرزند علی صاحب حج سے بخیریت واپس آکر فیروزپور سے ہوتے ہوئے قادیان پہونچے۔ اون سے معلوم ہوا کہ حاجی عرب عبد الحی صاحب ہنوز مکہ معظمہ یا جدہ میں ہیں عرب صاحب کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک بنائے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کا نام امۃ الحی رکھا ہے ✦

مبارک

ہمارے عزیز دوست شیخ رحیم بخش صاحب راجپال واعظ اسلامی کا نکاح منشی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام کی صاحبزادی سکینہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح نے اعلان کیا۔ مہر تین صد روپے مقرر ہوا۔ اللہ تعالےٰ موجب برکات اور مثمر ثمرات کرے۔ آمین یا رب العالمین ✦

دو فرحتین

دو فرحتین آئیں دلِ ناکام کے دل کی
اسلام کی اک دوسری اسلام دل کی

پہلی یہ کہ اک لارڈ ہے اسلام میں داخل
تفریح ہے جو گردشِ ایام دل کی

اور دوسری مشکوئے خلیفہ کی وہ تولید
کہتے ہیں تمنا جسے خدام کے دل کی

اِک نور سے ہے ایک کمالِ ازلی
پیدا ہوئی خاص جسے خوشی عام دل کی

اس وقت زمانے میں عجب نور و ضیا ہے
روشن ہے سحر تیرگی شام کے دل کی

ثاقب نے کیا خوب لکھا حقِ نیابت
خواہش تھی یہی مورد الہام دل کی

ملے ڈاکٹر اس سلسلہ کو اور ہو توفیق
ہے بس دعا خادم اسلام دل کی

خاکسار ڈاکٹر شیخ محمد حسین امرتسر

یکم دسمبر سنہ ۱۳ء

بدر پریس قادیان میں میاں معراج الدین عمر - پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر کے حکم سے چھپ کر شائع ہوا

کلام امیر

فرمایا - قرآن شریف میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو خاص قسم کے انسانوں کے واسطے ہیں مثلاً مسائل حیض صرف عورتوں کے واسطے ہیں مگر بعض مسائل ایسے ہیں جو سب کے واسطے برابر ہیں +

فرمایا - آدمیوں کے درمیان اختلافات بہت ہیں - ہر ایک کا کھانا پینا پہننا - مال و دولت مکانوں کا نشیب و فراز سب جدا ہے اس اختلاف کا کوئی حد حساب نہیں لیکن باوجود اسکے اتفاق بھی ہے اور اگر اتفاق نہ ہو - تو انسان کا زندہ رہنا مشکل عرب اور یاغستان میں بھی خوانین اور شریف اور امیر ہیں جنکی ماتحتی پر اتفاق کر کے لوگ وہاں امن پاتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ جتنی کوئی سلطنت بڑی ہوتی ہے اس کا امن بھی بڑا ہوتا ہے - سلطنت برطانیہ کے ذریعہ سے جو اتفاق ہے اس سے فائدہ اٹھا کر ہم لنڈن ہند کناڈا اور آسٹریلیا تک کی اشیاء منگوا سکتے ہیں - انسان بالکل تنتر بے مہار نہیں رہ سکتا - کوئی کسی قسم کی جوتی یا کپڑا پہنے ہمیں اس اختلاف سے غرض نہیں ہم صرف ان باتوں میں اتفاق چاہتے ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائیں فحکمہ الی اللہ ہر وقت مدنظر ہے +

فرمایا جب میں بہت بیمار ہوگیا تھا - تو ان ایام میں ہمارے ڈاکٹروں نے میری بڑی خدمت کی - ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب رات کو بھی دباتے رہتے - انھوں نے بہت ہی خدمت کی - میرا رونگٹا رونگٹا ان کا احسان مند ہے - ایسا ہی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بہت خدمت کرتے رہے ہیں - مگر ان کو میرے بچنے کی امید نہ تھی - ایسے وقت میں خدا تعالےٰ نے ایک بیٹے کی بشارت دی جو اب پوری ہوئی - فالحمد للہ +

اوقات ریلوے

قادیان ریلوے اسٹیشن بٹالہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے - سڑک کچی ہے بٹالہ اس لائن پر ہے جو امرتسر سے گورداسپور پٹھانکوٹ کو جاتی ہے اور امرتسر سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ہے ایک گھنٹہ میں ریل امرتسر سے بٹالہ پہنچتی ہے اور ڈیڑھ دو میں اکہ یا ٹمٹم بٹالہ سے قادیان پہنچتے ہیں کرایہ اکہ ٹمٹم عموماً ۸ ؍ فی سواری کے قریب ہوتا ہے اگر اسباب ساتھ نہ ہو - تو پیدل آنے میں زیادہ آرام ہوتا ہے - صدر انجمن پہلے کی طرح انتظام کریگی کہ چند آدمی مہمانوں کا اسٹیشن بٹالہ پر استقبال کریں اور ان کے بسترے کسی گڈے پر روانہ کرادیں +

تبادلہ - وہ سب صاحبان جو دہلی - انبالہ - جالندھر کیطرف سے آئیں انکے لئے ضروری ہے کہ امرتسر میں گاڑی تبدیل کریں - ایسا ہی پشاور راولپنڈی جہلم سے آنیوالے سب اصحاب کو لاہور یا امرتسر میں گاڑی تبدیل کرنی ضروری ہوتی ہے +

دو گاڑیاں لاہور سے سیدھی بٹالہ تک آتی ہیں - ایک صبح پونے سات بجے لاہور سے چلکر دن کے دس بجے بٹالہ پہنچتی ہے دوسری پونے تین بجے شام کے لاہور سے چلکر پونے چھ بجے شام کے بٹالہ پہنچتی ہے - تیسری ایک گاڑی امرتسر سے ہی ۱۲ بجے چلکر ایک بجے بٹالہ پہنچتی ہے +

ایک گاڑی لائل پور سے چلکر براہ سانگلہ لاہور سیدھی بٹالہ آتی ہے - روانگی از لائل پور ۵ بجے شام آدھی رات کے وقت بٹالہ پہنچتی ہے + یہی چار گاڑیاں ہیں جو روزانہ بٹالہ پہنچتی ہیں اب سیالکوٹ سے کوئی گاڑی سیدھی بٹالہ نہیں آتی - راستہ میں بدلنا پڑتا ہے +

پشاور کیطرف سے مفصلہ ذیل گاڑیاں امرتسر پہنچتی ہیں - (۱) صبح پونے نو بجے یہ گاڑی پشاور سے آتی ہے (۲) دن کے ساڑھے گیارہ بجے یہ گاڑی ملتان سے براہ سانگلہ آتی ہے - (۳) پونے پانچ بجے شام یہ گاڑی لائلپور سے براہ لاہور آتی ہے (۴) ساڑھے تین بجے شام کلکتہ میل ہے (۵) چھ بجے شام ہردوار پسنجر - لاہور دہلی سے چلتی ہے (۶) ½ ۷ بجے شام صرف لاہور - امرتسر کے درمیان دوڑتی ہے (۷) سوا آٹھ بجے شام راولپنڈی سے آتی ہے (۸) ۹ بجے شام بمبئی میل (۹) نصف شب لاہور دہلی سے آتی ہے (۱۰) ساڑھے گیارہ بجے رات لائل پور سے آتی ہے +

یہ گاڑیاں علاوہ ان گاڑیوں کے ہیں جو اوپر لکھی جاچکی ہیں +

دہلی کیطرف سے مفصلہ ذیل گاڑیاں امرتسر پہنچتی ہیں (۱) قبل نماز فجر سوا چار بجے یہ گاڑی دہلی سے آتی ہے (۲) قبل نماز فجر پونے چھ بجے ہردوار سے براہ سہارنپور آتی ہے (۳) صبح آٹھ بجے بمبئی میل (۴) صبح ½ ۹ بجے دہلی سے آتی ہے وزیرآباد تک جاتی ہے (۵) دن کے ساڑھے دس بجے کلکتہ میل (۶) دن کے سوا بارہ بجے لدھیانہ سے لائلپور تک جاتی ہے (۷) شام کے چار بجے سہارنپور سے آتی ہے ملتان جاتی ہے (۸) شام کے ½ ۶ بجے لدھیانہ سے آتی ہے امرتسر تک ( ) رات کے دس بجے دہلی سے آتی ہے اور تیز گاڑی ہے +

واپسی کے واسطے جو گاڑیاں پشاور کیطرف سے آتی ہیں ان کو دہلی کیطرف جانے والی سمجھا جائے + اور جو گاڑیاں دہلی کیطرف سے آتی ہیں ان کو پشاور کیطرف جانے والی سمجھا جائے +

اور بٹالہ سے چار گاڑیاں روزانہ امرتسر کیطرف جاتی ہیں +
(۱) صبح سوا سات بجے - اسکے لئے قبل نماز فجر قادیان سے چلنا چاہیئے یا رات بٹالہ میں گذارنی چاہیئے + (۲) پونے دو بجے دن کے (۳) پونے پانچ بجے شام کے (۴) پونے سات بجے شام

کرایہ ریل

درجہ سوم بٹالہ تا امرتسر ۴؍ + امرتسر سے دہلی ۲۲؍ + میرٹھ ۲۶؍ + سہارنپور ۲؍ + انبالہ ۱۳؍ + جالندھر چھاونی ۵؍ + لاہور ۶؍ + گوجرانوالہ ۱۴؍ + لائلپور اور سانگلہ ۱۲؍ + سیالکوٹ ۱۲؍ + جموں ۱۱؍ + جہلم ۱؍ + راولپنڈی ۲؍ + کوہاٹ ۱۲؍ + کامل پور ۱؍ + پشاور چھاونی ۱۲؍ + فیروزپور براہ قصور ۱۳؍ + ملتان چھاونی ۱۳؍ +

جلسہ

سالانہ اس سال صدر انجمن نے صرف دو روز قرار دیا ہے ۲۵ و ۲۶ دسمبر ۱۹۱۳ء جمعرات و جمعہ ۔ اس میں دو دقتیں ہونگی - اوّل تو دور کے لوگ پہنچ نہ سکیں گے ، دوم وقت بہت تھوڑا رکھا گیا ہے + تجویز کی گئی ہے کہ اکثر مہمان شہر کے اندر ہی رہیں - تھوڑے باہر مدرسہ بورڈنگ میں بھی اتارے جائینگے - مگر کھانے کا انتظام سب کے لئے صرف شہر میں ہوگا - تقریریں مسجد اقصٰی میں ہونگی - ناظم جلسہ صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب بامداد خلیفہ رشید الدین صاحب ہیں +

جلسہ

قریب آرہا ہے اور چونکہ احباب کی مہمان نوازی میں مکانوں کی گنجایش کا تخمینہ لگانا ضروری ہے - اس لئے مہربانی فرما کر احباب سے مشورہ کر کے اپنے شہر کے ان احباب کی تعداد سے مطلع فرمادیں جنکے جلسہ میں شریک ہونیکی امید کی جاتی ہے نام کی ضرورت نہیں صرف تخمینہ تعداد کی ضرورت ہے + بواپسی ڈاک جواب ارسال کر کے مشکور فرماویں - والسلام میرزا محمود احمد افسر بیت المال

دعا مد

(۱) برادر عبد الغنی صاحب اندور سے اپنی اہلیہ مکرمہ کی عافیت اور شفاء کلی کے واسطے احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں + (۲) برادر ملک تاج الدین صاحب درخواست دعا برائے حسنات دارین کرتے ہیں + (۳) ہمارے عزیز دوست ملک محمد بخش صاحب کا بیٹا بیمار ہے - احباب بدرگاہ خداوند دعا کریں اللہ تعالےٰ جلد شفا دیوے +

کرائسٹ اور کرشنا

یہ کتاب بزبان ہندی لکھی گئی ہے اور اس میں مسیح کا تعلق ہندوستان کے کرشن مہاراج سے ثابت کیا گیا ہے - عنقریب اس کا اُردو ترجمہ بھی ہونے والا ہے کتاب بہت دلچسپ معلوم ہوتی ہے - قیمت فی نسخہ ۱۰؍ ہے اور ملنے کا پتہ - شیام منوہر سنگل بڑا بازار بلند شہر

عسل مصفٰی حصہ اوّل

جس کا مدت سے انتظار تھا - اور کئی دفعہ اخبار بدر میں اس کا ذکر ہوچکا ہے چھپکر شائع ہوگئی + قیمت مبلغ عہ فی نسخہ حصہ اوّل کی ہے - حصہ دوم زیر طبع ہے + ملنے کا پتہ

مرزا خدا بخش صاحب
محلہ سیٹھی - ستگے منڈی - لاہور شہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ذکرِ حبیب

*

پچھلے سال جو تقریر مَیں نے سالانہ جلسہ احمدیہ پر کی تھی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سُنائے تھے تو اکثر سامعین نے خواہش کی تھی کہ اس مضمون کو چھاپ دیا جائے۔ چنانچہ مَیں نے اسے اخبار میں یا علیحدہ چھاپنے کا ارادہ کیا تھا مگر اُس وقت اراکین صدر انجمن نے تجویز کیا کہ یہ تمام مضامین رپورٹ میں چھاپے جائیں۔ اور انجمن کے رپورٹر نے اس غرض کے واسطے یہ تقریر مجھ سے لے لی تھی۔ مگر اب معلوم ہؤا کہ انجمن کا ارادہ نہیں رہا۔ کہ ان کو چھاپے اس واسطے اس مضمون کو اب درج اخبار کیا جاتا ہے۔ اڈیٹر۔

حمد | سب حمد و ثناء اُس قدیم رحمٰن رحیم سبوّح قدوس ذات کے لئے ہے۔ جس نے ہر نبوت کے خاتم حضرت محمد عربی کی شان کو نمایاں کرنے کے واسطے اُس کے بروز حضرت احمد کو اُسی کے متبعین میں سے مبعوث کر کے اسکا نام مسیح رکھ دیا۔ کہ اِس زمانہ کی تاریکی کے فرزندوں پر اپنی جلوہ نمائی کرتے ہوئے انھیں شان محمدی کا مقام دکھا جائے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

گلدستۂ صادق } معزز اراکین صدر انجمن احمدیہ کے ارشاد کی تعمیل میں مَیںنے چاہا کہ اپنے احباب کے سامنے کچھ تقریر کروں۔ لیکن جب مَیں نے مضمونِ تقریر پر توجہ کی تو مجھے اس سے بہتر کوئی بات نظر نہ آئی کہ میں اِس جلسہ پر جمع ہونے والوں کو جلسہ کے بانی کے مُونھ سے سُنی ہوئی باتیں کچھ سُنا دوں اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ یہ ذکرِ حبیب ہم سب کے واسطے موجب ہدایت اور باعث حصُول رضائے الٰہی ہو۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

(ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے)

یہ مقولہ صداقت کی حقیقت تک پُہنچتا ہو یا نہ پُہنچتا ہو۔ مگر اِس میں شک نہیں کہ ذکرِ حبیب انسان کو بالآخر وصلِ حبیب کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ سو میرے بھائیو مَیں امید کرتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور علیہ و علیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس سے چُنے ہوئے چند پھُولوں کا گلدستہ جو اِس وقت میں آپ صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ایک بہترین تحفہ آپ صاحبان کی تکالیف سفر کے عوض میں ہوگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنے احباب کے واسطے ایک تحفۂ گلستان طیار کیا تھا۔ جو اُس زمانہ کے مذاق اور حضرت مُصنف کی حُسنِ نیت کے مُطابق مقبول عام ہؤا۔ سو میرا تحفہ گلستانِ سعدی نہیں تو گلدستۂ صادق بن کر عوام نہیں تو بُلبُلانِ بوستانِ مسیح کے واسطے ضرور موجب تفریح ہوگا وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

میرا ذکر } ممکن ہے کہ اِس تقریر میں کہیں کہیں تقریر کرنے والے کا بھی ذکر آجائے۔ کیونکہ زیادہ تر وثوق کے ساتھ انسان اپنے تجارب اور مشاہدے ہی بیان کر سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اُسی محبوب کی طفیل ہے۔ اور ہر ایک احمدی اپنے رنگ میں مسیح موعود کا ہی ایک معجزہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ قطعہ

گِلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بُوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گِلِ ناچیز بُودم
ولیکن مُدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

رُوحانی بیماریوں کا علاج

سب سے پہلے جب میں قادیان میں آیا مجھے ٹھیک تاریخ تو یاد نہیں مگر ۱۹۰۰ء کا موسم سرما تھا۔ انھیں دنوں میں مَیںنے بیعت کی تھی بیعت سے قبل حضرت مسیح موعود کے ساتھ میں ایک صبح سیر کے واسطے گاؤں سے باہر گیا۔ اُن دِنوں میں صرف ایک اور مہمان سید فضل شاہ صاحب تھے۔ اور گول کمرہ مہمان خانہ تھا۔ سیر میں صرف ہم دو آدمی حضرت[1] کے ساتھ تھے۔ مَیںنے عرض کی کہ حضرت رُوحانی بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ فرمایا۔ موت کو یاد رکھنا۔ بہت سے امراض طولِ امل سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب اِنسان سمجھ لے اور یقین کرلے کہ مَیںنے مرجانا ہے تو پھر روحانی بیماریوں میں کم گرفتار ہوتا ہے۔ یہ پہلی نصیحت ہے جو مَیںنے مامور من اللہ کے مُونھ سے سُنی۔ اللہ اللہ وُہ کیا ہی مقدس چہرہ تھا۔ اور اُس کے مُونھ کے پاک کلمات کیسے پُرتاثیر ہوتے تھے۔ مُبارک ہیں وُہ جنھوں نے اُسکو پایا۔ اور سمجھا اور پہچانا اور مانا اور قبول کیا اور حق قبولیت کا ادا کیا۔ سو میرے پیارے بھائیو تم بھی اِس نصیحت کو سنو اور یاد رکھو کہ دُنیا چند روزہ ہے۔ اور وُہ وقت قریب آتا ہے۔ کہ ہم اس کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مرنے کے وقت یہ ساری عمر کا زمانہ ایسا معلوم ہوگا۔ کہ ایک پل گھڑی کی طرح گذر گیا۔ اگر تکلیف سے گذرا اور اگر آرام سے گذرا سب گذر جائے گا۔ کچھ آگے کی طیاری کر لو۔ ہمارے پورانے خطیب تو اپنے پورانے وعظوں میں پڑھا کرتے ہیں۔ کہ موسےٰ کہاں عیسےٰ کہاں۔ مگر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ مولوی عبدالکریم کہاں اور حکیم فضلدین کہاں۔ اور سب سے بڑھ کر ہمارا وُہ پیارا کہاں۔ جسکے دیدار کے واسطے اِس جلسہ میں تم پروانہ وار ایک دوسرے پر گرتے تھے۔ وُہ خدا کا رسُول اور مخلوق کا مرجع نہ رہا۔ تو ہم تم کب رہیں گے۔ سب نے قبرگاہوں کو جا آباد کرنا ہے۔ کام کرو تو وُہ جو کچھ آگے کام آوے۔ مسیح اور مہدی کی زیارت کا زمانہ گیا۔ وُہ واپس نہیں آسکتا۔

نورالدین کی قدر کرو | پر نورالدین کے زمانہ کو بھی غنیمت جانو۔ اگر اس **نورانی شکل** کی راہنمائی میں خدا ہمیں بہشتی مقبرے تک پُہنچا دیوے تو زہے قسمت اور اگر مشیت ایزدی یُوں ہو کہ ہم اِس والا کے ابتلا میں کچھ دن اور رہیں تو پھر ایسی نعمت کو بھی ترسنا ہی ہوگا۔ سو اب بھی وقت ہے۔ اِس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ دِلوں کے کینوں کو دُور کرو حُسنِ ظن سے کام لو۔ مودّت اور اُلفت کی راہوں میں ترقی کرو۔ احکام الٰہی کا جوا اپنی گردن میں ڈالو۔ دُنیا داروں کی دُنیا پر نظر اُٹھا کر نہ دیکھو کہ وُہ نیست ہوجانے والی چیز ہے۔ تمہارا خزانہ **شہنشاہی بنک** میں ہے جسکا کبھی دیوالہ نہیں نکلتا۔ اور جس کے ٹوٹ جانے کا کسی زمانہ میں اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں کو مسیح موعود کی صُحبت کا موقعہ نہیں ملا۔ وُہ اُس کے جانشین کی صُحبت سے فائدہ اُٹھائیں۔ ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا اِنسان کے دِل کو پاک کرتا ہے۔ اُس کی عقل کو بڑھاتا ہے۔ اور اُس کے تقوے میں ترقی ہوتی ہے۔ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور رُوحانی قوے ترقی پکڑتے ہیں۔ خدا تو سب جگہ ہے پر اُس کی جلوہ نمائی ہر شخص پر جُداگانہ رنگ میں ہے۔ دُنیا دار کی نگاہ اِس فلسفہ کو نہیں پاسکتی۔ پر صادق جانتے ہیں کہ **نُورالدین جیسوں کی صُحبت کنگال کو دولتمند بنا دیتی ہے**۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بعض دوست اپنی فرصت کے ایّام اور کاموں میں گذار دیتے ہیں۔ اِس میں اُنکے واسطے سراسر نقصان ہے۔ عاقبت اندیشی سے کام لو۔ اور پاک صُحبتوں سے اپنے رُوح کو صاف کرو۔

تمثیلوں میں مماثلت | جن لوگوں نے انجیل پڑھی ہے وُہ اِس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری اپنی باتوں میں تمثیلوں سے بہت کام لیتے تھے۔ موجودہ انجیل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے حواریوں نے اعتراض بھی کیا تھا۔ کہ ہر بات تو تمثیلوں میں کہتا ہے۔ مگر یسوع نے اُن کے اس سوال کے بعد جلد ایک تمثیل شروع کر دی۔

---

[1] اِس تقریر میں جہاں کہیں حرف **حضرت** کا بطور ضمیر کے استعمال ہؤا ہے۔ اُس سے مُراد حضرت مرزا صاحب مسیح موعود مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وخلفائہ وبارک وسلّم کے متعلق لفظ "آنحضرت" (وہ نبی) کا استعمال کیا گیا ہے۔ منہ

مسیح موعود کو اس مُعاملہ میں بھی مسیح اوّل کے ساتھ ایک مماثلت حاصل تھی۔ آپ اکثر باتوں کو نہایت لطیف اور آسان تمثیلوں سے سمجھایا کرتے تھے۔ جبکہ مینے پہلے پہل یہاں سکونت اختیار کی تو ابتداءً حضرت کے رہایش کے مکان کے اندر ہی مجھے بھی ایک جگہ ملی اور حضرت علیہ السلام کی رہایش کے ساتھ کے کمرے میں ہم رہتے تھے ایک دن حضرت عورتوں کو وعظ کر رہے تھے اور بہ سبب زیادہ قریب ہونے کے مجھے بھی آپ کی دلربا آواز پہنچ رہی تھی۔ انسان کی پیدائش اور پھر لازمی موت اور رجوع الی اللہ کا ذکر بہت ہی دلکش پیرایہ اور سہل طریقہ سے عورتوں کے ذہن نشین کر رہے تھے۔ تو اس مضمون کو آپنے عورتوں کی سمجھ کے مطابق ایک تمثیل میں بیان کیا فرمایا "دیکھو جب کسی کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ اُسکو پالتا ہے اور اُسکی تربیت کے تمام سامان مُہیا کرتا ہے۔ اُسپر بہت سا خرچ کرتا ہے اور وہ اُسے بہت پیاری ہوتی ہے۔ لیکن جلد ایک وقت آتا ہے کہ والدین باوجود اُس اُلفت اور محبت کے جو اُنھیں اُس لڑکی کے ساتھ ہے اُسے اپنے گھر سے نکالنے کی تجاویز سوچتے ہیں۔ اور اپنے پاس سے بہت سا روپیہ بھی خرچ کر کے بچشم گریاں اُس پیاری بچی کو اپنے گھر سے نکال کر کسی دُوسرے گھر میں بھیج دیتے ہیں۔ یہ مجبوری انھیں کیوں پیش آئی۔ صرف اس واسطے کہ اُس لڑکی میں خدا تعالےٰ نے ایک جوہر رکھدیا ہے جو شگفتگی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر دُوسرے سے نہ ملے اسی طرح انسان میں بھی ایک جوہر رکھا گیا ہے جسکی شگفتگی عالم ثانی میں ہو سکتی ہے اور یہ عالم صرف اُس کی طیاری کا ہے۔ اس گھر کو انسان اپنا گھر نہ سمجھے۔ ہاں یہاں طیاری کرے۔ قابلیت پیدا کرے۔ ہُنر سیکھے۔ تاکہ خاوند حقیقی کے پاس پہنچ کر اس کی قدر اور عزت ہو۔ موت صرف ایک نقل مکان ہے"۔

نقل مکان

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دُنیوی مصایب سے تنگ آگیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ خود کشی کر لوں۔ فرمایا ہرگز ایسا نہ کرو۔ شاید تم خیال کرتے ہو کہ مرجانے سے انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو یہ خیال بالکل غلط ہے موت صرف نقل مکان کا نام ہے۔ تمہاری شامت اعمال تمہارے ساتھ چلے گی۔ اور اگر خدا کو تم نے راضی نہیں کر لیا تو وہ مصیبت اس سے بڑھ کر ہوگی۔

آپکی توجہ

آپ کا کام زیادہ تر یہ تھا کہ اللہ اور اُسکے رسُولوں پر ایمان لوگوں کے دلوں میں قائم کر دیں اور اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے آپ کو بہت سے معجزات اور کرامات اور خوارق عطا کیے۔ یہی آیات و نشانات ہیں جو اس زمانہ میں ایمان کو ثریا سے لے آئے۔ اپنی جماعت کے احباب پر لازم ہے کہ ان نشانات کو کثرت سے لوگوں کو سُنایا کریں اور اُن کی اشاعت کیا کریں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کے واسطے یہ تازہ دلائل ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے لوگوں کے واسطے قائم کر دیے ہیں۔ اِس اصل کی طرف توجہ ہونے کے سبب حضرت فرُوعات کی طرف کم متوجہ ہوتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے بیعت کی وہ داڑھی منڈوانا تھا۔ کسی نے حضرت کے پاس شکایت کی کہ حضور فلاں شخص داڑھی منڈواتا ہے۔ اُس کو سمجھایا جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے تو لوگوں کے ایمان کی فکر ہے تم داڑھیوں کے پیچھے پڑے ہو۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ داڑھی رکھنا بے سُود ہے۔ بلکہ حضور کا منشا ظاہر ہے کہ جب درخت کی جڑھ کو پانی دیا جاتا ہے تو سب شاخوں اور پتوں کو خود بخود پہنچ جاتا ہے۔ ایمان سارے مذہب کی جڑھ ہے۔ جب ایمان دل میں قائم ہوگا تو اُس کے تمام آثار ہر جگہ نمودار ہوں گے۔ اگلے دن کا ذکر ہے۔ کسی شہر میں چند واعظین کے مقرر کرنے کی ضرورت تھی۔ وہاں جن واعظین کے نام تجویز کیئے گئے اُن میں سے ایک صاحب ایسے بھی تھے جو ریش کی صفائی کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ اسلامی واعظ ایسا تو ہونا چاہیئے جس کے چہرے پر مُسلمان ہونیکا سائن بورڈ[1] تو ہو۔

مسائل فقہیہ

اسی اصول کی طرف زیادہ متوجہ ہونے کے سبب آپ مسائل فقہیہ کی طرف بہت کم توجہ کرتے تھے۔ مینے اخبار بدر میں مسائل فقہیہ کی جو سُرخی (المفتی) رکھی ہوئی ہے وہ حضرت مسیح موعود کی اجازت سے ہی رکھی تھی۔ جب مینے اس کی اجازت حضرت سے طلب کی تو فرمایا۔ کہ آپ ایسے مسائل مولوی صاحب[2] سے پُوچھ لیا کریں۔ اِس واسطے میں اِن مسائل کے درج کرنے میں حضرت کی زندگی میں بھی اتنی احتیاط عموماً کر لیتا تھا۔ کہ جو مسئلہ خود حضرت فرمایا کرتے تھے وہ بھی تحریر کر کے چھپنے سے قبل حضرت مولوی صاحب[2] کو دکھا لیا کرتا تھا۔

بعض مسائل

مگر باوجود اس کے کہ آپکی توجہ اس طرف نہ تھی۔ پھر بھی لگا ہے کوئی نہ کوئی مسئلہ حل ہوتا ہی رہتا تھا۔ ہم لوگ جو یہاں رہتے ہیں۔ ہماری عادت تو عموماً نہ تھی کہ ہم اس قسم کے سوال کرتے لیکن باہر سے آنے والے احباب بعض دفعہ ایسے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ اِس واسطے بدر و الحکم میں حضرت کی زندگی میں اکثر فتاوے حضرت کے اپنے ہی بتلائے ہوئے ہیں۔ اور بعض مسائل کو میں اِس وقت بطور مثال کے سُنا دیتا ہوں۔

فاتحہ خلف امام

۱۔ نمازیں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اس پر علما میں بہت گفتار کا اختلاف ہُوا ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ اور خود بھی پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ایک دفعہ ایسا اتّفاق ہُوا کہ مسجد مبارک میں نماز ہو رہی تھی۔ ظُہر یا عصر کا وقت تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحُوم پیش امام تھے۔ حضرت مسیح موعود صفِ اوّل میں دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔ نماز کے اندر جب امام دُوسرے سجدے سے اُٹھا اور اللہ اکبر کہا تو کھڑا ہونے کا موقعہ تھا۔ امام اور سب مقتدی کھڑے ہو گئے۔ مگر حضرت نے یہ سمجھا کہ التحیات میں بیٹھنے کا وقت ہے اس واسطے آپ بیٹھ گئے۔ جب امام نے پھر اللہ اکبر کہا اور لوگ رکوع میں آئے تو حضرت کھڑے ہوئے تب آپکو محسوس ہُوا کہ سہو ہُوا ہے اور آپ بھی رکوع میں شامل ہو گئے بغیر اس کے کہ سورہ فاتحہ پڑھی ہو اور پھر جب امام نے سلام پھیرا تو آپنے بھی سلام پھیر دیا۔ اور جو مولوی صاحبان موجود تھے اُن کو بُلا کر ان کے سامنے یہ امر پیش کیا۔ اور سوال کیا کہ اس صُورت میں رکعت ہو جاتی ہے یا نہیں۔ مختلف اسلامی فرقوں کے مذاہب اس امر کے متعلق بیان کیے گئے۔ آخر حضرت نے فیصلہ دیا۔ اور فرمایا ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو ہر حالت میں اُسکو چاہیئے کہ سُورۂ فاتحہ پڑھے۔ مگر امام کو نہ چاہیئے کہ جلدی جلدی سُورۂ فاتحہ پڑھے بلکہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے تاکہ مقتدی سُن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے یا ہر آیت کے بعد امام اتنا ٹھیر جاوے۔ کہ مقتدی بھی اُس آیت کو پڑھ لے۔ بہرحال مقتدی کو یہ موقع دینا چاہیئے کہ وہ سُن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اُمّ الکتاب ہے۔ لیکن جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز میں ملنے کے لیے کرتا ہے۔ آخر رکوع میں ہی آ کر ملا ہے۔ اور اس سے پہلے نہیں مل سکا تو اس کی رکعت ہو گئی۔ اگرچہ اس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے رکوع کو پالیا اُس کی رکعت ہو گئی۔ اور دُوسری حدیث میں یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ نہیں ہے کہ فاتحہ کے بغیر رکعت نہیں ہوتی پُوری نماز میں تو فاتحہ آ ہی جائے گی۔ مسائل دو طبقات کے ہوتے ہیں۔ ایک جگہ تو حضرت رسول کریم نے فرمایا اور تاکید کی کہ نمازوں میں سُورۂ فاتحہ ضرور پڑھیں۔ وہ اُمّ الکتاب ہے اور اصل نماز

---

[1] سائن بورڈ۔ انگریزی زبان میں اُس تختے کو کہتے ہیں جس پر دوکاندار وغیرہ اپنا نام اور کام وغیرہ لکھ کر اپنی دوکان پر لٹکا دیتے ہیں۔

[2] خلیفۃ المسیح حضرت نورالدین ایدہ اللہ تعالےٰ۔ منہ

دُہی ہے۔ مگر جو شخص باوجود اپنی کوشش کے اور اپنی طرف سے جلدی کرنے کے رکوع میں ہی آکر ملا ہے تو چونکہ دین کی بنا آسانی اور نرمی پر ہے اس واسطے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی رکعت ہوگئی۔ وُہ سورۂ فاتحہ کا منکر نہیں ہے۔ بلکہ دیر میں پہونچنے کے سبب رخصت پر عمل کرتا ہے۔ میرا دل خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہو جاتی ہے اور میرا جی نہیں چاہتا۔ کہ میں اُسے کروں۔ اور یہ صاف ہے کہ جب نماز میں ایک آدمی نے تین حصّوں یا نصف کو پالیا۔ اور ایک حصّہ میں بہ سبب کسی مجبوری کے دیر میں مل سکا ہے۔ تو کیا حرج ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ رخصت پر عمل کرے ہاں جو شخص عمداً سُستی کرتا ہے اور جماعت میں شامل ہونے میں دیر کرتا ہے تو اس کی نماز ہی فاسد ہے ✦

جرابوں پر مسح | ۲ سوتی یا اُونی جرابوں پر مسح جائز فرمایا کرتے تھے خواہ کیسی ہی پتلی ہوں اور خود بھی مسح ہی کیا کرتے تھے۔

رکعات وتر | ۳ نماز عشاء کے وتروں کی رکعات میں اختلاف ہوا ہے۔ مینے سفر و حضر میں حضرت کو دیکھا ہے۔ کہ ہمیشہ تین رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اور جب کبھی کوئی مسئلہ پوچھتا تھا۔ اسکو بھی تین ہی فرمایا کرتے تھے۔ تین رکعات کے پڑھنے کا آپکا طریق ہمیشہ یہ تھا۔ کہ دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے۔ پھر ساتھ ہی کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھتے تھے۔ مگر سائلین کو یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ درمیانی سلام کے سوائے بھی تیسری رکعت کو ساتھ ملانا جائز ہے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ سفر میں بھی وتر کی تین ہی رکعات پڑھنی چاہئیں۔ اس میں قصر نہیں۔ جہاں تک مینے دیکھا ہے آپ عموماً وتر پہلی رات پڑھ لیتے تھے۔

بیمار کا وضوٗ | ۴ مرحوم مغفور حکیم فضلدین صاحب کو یہ تکلیف ایک بیماری کے سبب سے ہوگئی کہ ان کا وضوء قائم نہیں رہتا تھا۔ اکثر ہوا خارج ہوتی رہتی تھی۔ اُنہوں نے اپنے وضوء کے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔ فرمایا۔ آپ ہر نماز کے واسطے ایک دفعہ وضوء کر لیا کریں۔ پھر برابر نماز پڑھتے رہا کریں۔ خواہ نماز کے اندر وضوء ٹوٹتا رہے۔ چونکہ ان کی یہ حالت ایک مرض کا حکم رکھتی تھی۔ اس واسطے اُن کے لیئے ایسا جائز ہوا ✦

ایسے شخص کی امامت | ۵ چونکہ حکیم صاحب مرحوم اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ بڑے نیک آدمی تھے۔ پھر قرآن شریف کے حافظ حاجی اور عالم شخص سابقین مخلصین میں سے تھے۔ حضرت صاحب بعض دفعہ انھیں نمازوں میں پیش امام بنا دیا کرتے تھے۔ اس بیماری کے دوران میں ایکدفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ انھوں نے عرض کی کہ حضور میرا تو وضو نہیں ٹھیرتا میں کیسے امامت کراؤں حضرت نے فرمایا جب آپ کی نماز ہو جاتی ہے

تو ہماری بھی ہو جائے گی۔ کوئی حرج کی بات نہیں۔

قرآن شریف پر فال | ۶ ایک دفعہ مینے دریافت کیا کہ قرآن شریف پر فال لینا کیسا ہے۔ فرمایا۔ کہ قرآن شریف پر فال نہیں لینی چاہیئے۔ امور پیش آمدہ کے واسطے استخارہ کرنا چاہیئے۔

آپ کی دُعائیں | حضرت مسیح موعود کو جس قدر دُعاؤں کا جوش اُمت محمدیہ کی بہتری کے واسطے دیا گیا تھا۔ اُسکا کچھ اندازہ شاید اس شعر سے ہم لوگ لگا سکتے ہیں جو آپ نے فرمایا ہے ؎

جانم گداخت از غم ایمانت اے عزیز
ویں طرفہ تر کہ من بگمانِ تو کافرم

کوئی موقعہ دُعا کا آپ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ایکدفعہ رمضان کے مُبارک ماہ میں آپ اپنے مکان کی سب سے اُوپر کی چھت پر مغرب کے قریب چڑھ گئے وُہ اُس مہینہ کا آخری روزہ تھا۔ آپ کی توجّہ دُعاؤں کی طرف ہوئی۔ بعدہٗ آپنے ذکر کیا کہ سورج کے غرُوب کو میں دیکھتا تھا اور دُعائیں کرتا تھا۔ سورج کے غرُوب ہونے کے ساتھ ہی یک دفعہ ایسا محسُوس ہوُا۔ جیسا کہ کوئی بڑی رحمت کا دروازہ یکبارگی بند ہوتا تھا۔ گویا رمضان شریف کی برکات سے فائدہ اُٹھا سکنے کا وُہ آخری وقت تھا۔

فرمایا۔ اُن دُعاؤں کے درمیان مینے ایک دُعا یہ کرنی چاہی۔ کہ میری جماعت کے درمیان کبھی اختلاف نہو۔ میری توجّہ اس دُعا سے پھیری گئی اور یہ خیال دل میں آیا۔ کہ اختلاف تو ہوتے ہی رہیں گے۔ تب مینے یہ دُعا کی کہ اِن لوگوں میں تقوٰے قایم رہے سو یہ خیال حضرت کا بہت ہی سچا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جن لوگوں کے درمیان کسی سبب سے کوئی اختلاف کسی خیال یا مسئلہ کے سبب سے ہو بھی جاتا ہے وُہاں بھی تقوٰے قائم رہتا ہے۔

ہمارے احباب کو چاہیئے کہ معمُولی اختلافات کی وجہ سے نادان مُلّانوں کی طرح فتوے بازی کی طرف نہ جھکیں۔ جو بہت جلد دوُسرے کو بے ایمان۔ مُفسد۔ پردہ دار وغیرہ الفاظ بولنے لگ جاتے ہیں اور صبر نہیں کر سکتے اور دُنیوی مُعاملات کی وجہ سے دینی امُور میں خلل اندازی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہم سب ایک دُوسرے کے اعضاء ہیں اور ہر عضو کا کام الگ ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ ہر عضو سے دُوسرے اعضاء کے کام کا مُطالبہ کیا جائے۔

حضرت کی اس دُعا اور توجّہ کا نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے دینی امُور میں بہت جلد ترقی کی ہے۔ مجھے ایک دفعہ ایک شخص ملے جو صُوفیاء کی مُلاقات میں ساعی رہا کرتے تھے۔ اور خود بھی ایک سلسلہ میں مُرید تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب سے مل کر کیا فائدہ پایا۔ مینے عرض کی کہ فواید تو بہت سے ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ جو امر میرے خیال میں فائدہ کا ہو وُہ آپ کے نزدیک فواید میں داخل نہ ہو۔ اس واسطے آپ ہی فرماویں کہ آپکے خیال میں صوفیاء کے ساتھ تعلق پیدا کرنیکا **بڑا فائدہ** کیا ہے۔

وُہ فرمانے لگے کہ بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب ہم مرشد کے حکم کے مُطابق چلّہ کشی کریں اور وظائف مقررّہ کا حق ادا کریں تو خوابیں سچی آتی ہیں اور انبیاء سے ملاقات ہوتی ہے۔ مینے کہا کہ یہ منزل تو ہمارے مُرشد نے چلّہ کشیوں کے سوائے ہی طے کرا دی ہے۔ صرف اُنکی سابقہ محبّت کا تعلق پیدا کرنے سے خدا تعالے نے مجھے رویائے صادقہ اور انبیاء کی مُلاقات عطاء فرمائی ہے۔ رسُولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت بھی کئی دفعہ کی۔

حضرت کے سب کام تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی چلتے تھے مگر ظاہری اسباب کی رعایت آپ ضرُور رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپنے عبرانی زبان کے پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ مجھے حکم دیا کہ میں ایک قاعدہ عبرانی زبان کا لکھوں۔ جو مینے لکھ کر حاضر کیا۔ اور ایسا ہی آپ نے ایک دفعہ انگریزی زبان کے پڑھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ جس پر مینے ایک انگریزی کتاب کے الفاظ بمعہ تلفّظ اور ترجمہ لکھ کر پیش کیئے۔ چند روز آپ نے اُن قاعدوں اور کتابوں کو تھوڑا تھوڑا دیکھا۔ مگر پھر اس خیال کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ یہ ثواب آپ لوگوں کے واسطے چھوڑا جاتا ہے۔ سو اس لفظ آپکو اوّل مخاطب تو آج تک حضرت مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے بعد مولوی شیر علی صاحب ہیں جنہوں نے انگریزی زبان میں تائید اسلام اور اشاعتِ سلسلہ کا ایک ضخیم ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ہنوز شب و روز نہایت سرگرمی کے ساتھ اس کام میں مصروف ہیں یا اب خواجہ صاحب انگلستان کو فتح کرنے گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ اِن سب کو جزائے خیر دے اور ان کی ہمّتوں میں اور بھی برکات نازل کرے۔

غیر ادیان پر فتح | میری بیعت کے ابتدائی سالوں میں مجھے ایک صُوفی طبع ملے جو اکثر صوفیاء سے ملا کرتے تھے۔ یہ معلُوم کر کے کہ مینے حضرت مرزا صاحب سے بیعت کی ہے۔ اُنہوں نے مجھے کہا کہ تم بہت جلد عیسائیوں۔ آریوں وغیرہ اقوام مخالفین اسلام کے جواب دینے میں ایک خاص طاقت حاصل کروگے۔ مینے کہا یہ آپکو کس طرح معلوم ہوُا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ آپنے جس شخص کی بیعت کی ہے اُس کی توجہ ادیان باطلہ کے نیست کرنے کی طرف بہت پڑی ہوئی ہے۔ اور مرشد کی توجّہ کا اثر مریدین پر پڑتا ہے۔ سو اسکا اثر میں اپنی جماعت کے افراد پر بہت دیکھتا ہوں۔ ہر جگہ غیر مذاہب کے لوگوں پر احمدیوں کا رُعب ہے۔ خواہ احمدی ایک معمُولی استعداد کا ہی ہو۔ اس کی مثال میں مَیں ایک تازہ واقعہ سُناتا ہوُں۔ جو مجھ پر گذرا۔ پچھلے ہی مہینہ میں

حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے سندھ گیا تھا۔ جہاں بعض عیسائی اور عیسائی خیال کے لوگوں (انگریزوں اور دیسیوں) سے گفتگو کرنیکا موقعہ ملا۔ وُہ گفتگوئیں بہت لمبی ہیں۔ مگر ان میں سے ایک مسئلہ کے متعلق جو کچھ بیان مختلف اوقات میں ہوُا۔ اُسکو یکجائی طور پر بیان کرتا ہوں۔

تصدیق قرآن

سوال ہوُا کہ قرآن شریف توریت زبور اور انجیل کا مصدق ہے۔ اِس واسطے قبول کرنا اور ماننا مسلمانوں کا فرض ہے؟ مینے جواب دیا۔ کہ اوّل تو عیسائیوں کے واسطے یہ طریق بحث درست نہیں۔ اگر قرآن شریف کی شہادت پر بائبل کو قبول کرنا ہے تو وُہ قرآن شریف کو مان کر قبول کرنا ہوگا اور وُہ سب مسلمان مانتے ہیں۔ توریت۔ زبور۔ انجیل خدا کا کلام ہے۔ مگر وُہ ہمارے واسطے نہیں۔ پہلوں کے واسطے تھا۔ یہ قرآن شریف کا حکم ہے۔ ہمارے لیے قرآن بس ہے۔ پس قرآن شریف کی شہادت عیسائیت کو فائدہ نہیں دے سکتی۔ بلکہ اسلام کو فائدہ دیسکتی ہے اور اگر قرآن شریف قابل اعتبار نہیں اور اُسے چھوڑ کر دُوسرے کلام کو اختیار کرتا ہے تو اُس کے واسطے کوئی اور دلیل لانی چاہیئے نہ کہ قرآن شریف کا قول۔

دوم۔ اِس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ بائبل کے نسخے بہت ہیں اور وُہ آپس میں بڑا اختلاف رکھتے ہیں۔ چرچ آف انگلینڈ کی بائبل میں اور بائبل سوسائٹی کی بائبل میں کئی کتابوں کا فرق ہے بعض کتابیں اِس میں ہیں اُس میں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب بادشاہ ایڈورڈ ہفتم تخت نشین ہوُا اور بائبل بک سوسائٹی لنڈن نے بادشاہ کے سامنے ایک بائبل پیش کرنی چاہی تو بادشاہ کو بڑے پادری آرچ بشپ نے روک دیا اور کہا کہ تمہاری بائبل ہم قبوُل نہیں کر سکتے۔ ہماری بائبل چھاپ کر پیش کرو تو ہم قبول کرینگے سوسائٹی بھی اپنے عقیدے میں پکّی تھی۔ اُس نے بڑے پادری کی بات نہ مانی۔ اِس واسطے اُن کی درخواست رد ہوئی۔ غرض بائبلیں مختلف ہیں۔ سامریوں کی توریت اور ہے۔ یہودکی اور ہے سیپٹیجنٹ بائبل اور کوڈیکس اے میں بہت فرق ہے۔ سو قرآن شریف نے اگر اِن میں سے کسی کی تصدیق کرنی ہوتی۔ تو کسی ایک کا قرآن نام لیتا۔ لیکن قرآن شریف نے کسی کا نام نہیں لیا۔ پس قرآنی تصدیق کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بائبل کے موجُودہ نسخوں میں سے کسی کو سچّا کہا جائے۔ بلکہ اِسکا مقصد یہ ہے کہ جیسا کہ افسر کے سامنے کوئی نقشہ یا مضموُن پیش کیا جاتا ہے۔ تو وُہ اُس کو کچھ کاٹتا ہے دُرست کرتا ہے۔ کچھ گھٹاتا ہے کچھ بڑھاتا ہے۔ پھر وُہ اُس کی تصدیق کرتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ دیری فائیڈ Verified تصدیق کیا گیا۔

اِسی طرح قرآن شریف نے موجودہ بائبل میں سے جو سچ ہے وُہ بھی بتلا دیا اور جو غلط ہے وُہ بھی بتلا دیا۔ اور اِس طرح اُسکی تصدیق کی۔ مثلاً بائبل کا یہ کہنا کہ مسیح انسان اور نبی تھا قرآن نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اور اگر بائبل نے یہ کہا کہ مسیح خدا تھا یا خدا کا فرزند تو قرآن شریف نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ اِس طرح پہلے صحیفوں کی تصدیق ہو گئی۔

اصلی انجیل کہاں ہے؟

اِس پر سوال ہوُا۔ کہ اگر اصلی کلام اِن کتابوں کا اِسوقت یہ نہیں جو پیش کیا جاتا ہے۔ تو آپ وُہ اصلی کلام نکالکر دکھاؤ کیونکہ آپ بھی تو اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کتابیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ پھر اگر موجودہ نسخوں میں وُہ نہیں ہیں تو آپ دکھاؤ کہ وُہ کہاں ہیں۔

اِس کے جواب میں مینے کہا کہ جس چیز کی حفاظت کو خدا نے چھوڑ دیا اور منشائے الٰہیہ نہ ہوُا۔ کہ وُہ اب اپنی حالت پر قائم رہے۔ میں عاجز انسان کیا چیز ہوں جو اُسکو پیدا کرنیکا دعوےٰ کر سکوں۔ کیا کمزور انسان اللہ تعالےٰ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ تب مینے ایک تمثیل کہی کہ دیکھو بادشاہ نے ایک قلعہ بنایا۔ اور اُسکو بہت مضبوُط کیا اور اُس کی دیواروں کو بہت بلند اُٹھایا اور اُس کے میناروں پر توپیں چڑھائیں۔ اُس کے گرد ایک خندق کھودی۔ اُسے پانی سے بھرا اور اُس پر پُل بنایا۔ اور اُس کے دروازے پر اپنے طاقتور سپاہی کھڑے کیئے جو ہاتھ میں بندُوقیں اور کمر میں تلواریں رکھتے ہیں اور اُس کی حفاظت کرتے ہیں اندر سے اُس کو بہت خوبصوُرت کیا گیا اور بادشاہ اور اُس کے پیاروں اور درباریوں اور اُس کے مہمانوں کی رہائش کے واسطے شاندار مکان سجائے گئے اور اُن میں آرام کی ہر ایک چیز مہیّا کی گئی پھر دیکھو کہ ایک وقت آیا کہ بادشاہ نے اُس قلعہ کو اپنی اور اپنی رعایا کی ضرورت کے لیے ناکافی سمجھا۔ اور اُس نے ایک اور شاندار قلعہ بنایا اور اُسکا نام آسمانی بادشاہت کا قلعہ رکھا۔ کیونکہ وسعت سلطنت کے لحاظ سے وُہ قلعہ اُس نے ساری زمین کا محافظ بنایا۔ جو آسمان کے کسی حصہ کے نیچے ہو۔ مشرق میں یا مغرب میں۔ آسمان کی طرح وہ زمین کے لیے اُس پر محیط ہوُا۔ اور بادشاہ نے اعلان کیا کہ اب ہم نے یہ قلعہ بنایا۔ ہم اُسی کی حفاظت کرینگے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (لہ کی خصوصیّت قابل غور ہے) اور اُس پہلے قلعہ کو چھوڑ دیا اور وہ متروک ہوگیا۔ اُس پر سے حفاظت ہٹائی گئی۔ اب کیا وُہ آدمی دانا کہلا سکتا ہے جو اُس پہلے قلعہ میں داخل ہو کر اپنے آپ کو بادشاہ کا پناہ گزین سمجھے اور دعوےٰ کرے کہ یہی شاہی قلعہ ہے اور ہم اُسکو سمجھائیں کہ اب اِس میں شاہی فوج نہیں۔ توپ و تفنگ کا سامان نہیں اِسمیں تمکو آرام نہ مل سکے گا۔ بابا یہاں سے نکلو تو وُہ ہم پر خفا ہو کہ اگر یہ شاہی قلعہ نہیں تو موسےٰ کے زمانے میں جو قلعہ بنا تھا جس نے فرعون کے شر سے مخلوق کو بچایا تھا۔ دکھاؤ وُہ کہاں ہے۔ تم نکالو وُہ کہاں ہے۔ میں کہتا ہوں بابا اب میں اُسے کہاں سے اُس اصلی حالت میں لاؤں۔ ٹوٹی پھوٹی دیوار ہے۔ دھلوؤں کے بسیرے ہیں تم بھی دیکھ لو۔ سیر کرلو۔ مگر اب یہاں بدیں امید رہائش نہ کرلو کہ یہاں تم کو بادشاہ ملجائے گا۔

اُس پر سوال ہوُا۔ کہ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے ایک کتاب بھیجی پھر اُس کو مٹنے دیا۔ یہ تو خدا کی شان کے خلاف ہے۔ اُس کی بنائی ہوئی شئے دُنیا سے مِٹ جائے یا خراب ہو جائے۔ مینے جواب دیا۔ کہ یہ تو کوئی بات نہیں۔ بنانے والا خالق ہے۔ مالک ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ اِس پر پھر مینے ایک تمثیل کہی کہ ایسا سوال کرنے والوں کی مثال یُوں ہے کہ دیکھو مالک نے ایک بڑھ کا درخت بنایا۔ وُہ بڑھا اور شاخ در شاخ پھیلا۔ اور دُور دُور تک اُسکی ٹہنیوں نے زمین میں گڑ کر ستوُن بنائے اور ایک بڑا خیمہ درخیمہ طیار ہو گیا۔ ہزاروں لوگ آئے اور اُنہوں نے اُسکے سائے میں آرام پایا۔ فوجوں کی فوجوں نے اُسکے نیچے اپنے ڈیرے کیے اور سکھ پایا۔ پر جب ایک مُدت گذری تو خدا نے نہ چاہا کہ وہ اب دُنیا میں رہے۔ اُسکے پتے مُرجھا گئے اور اُس کی شاخیں کھوکھلی ہو کر خاک سیاہ ہوئیں اور اُس کا سایہ جاتا رہا اور ایک ٹُنڈ سا اُسکا نشان رہ گیا۔ سو اب ایک فوج آئی اور اُس کے نیچے آرام کرنا چاہا اور ہم نے اُسکو کہا کہ اب یہ وُہ بڑھ کا درخت نہیں تو وُہ جھنجلائے اور ہم پر خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ بڑھ کا درخت نہیں تو وُہ کہاں ہے جو اِسی جگہ تھا۔ اور داؤد و سُلیمان کے لشکروں نے اُسکے نیچے آرام کیا۔ بتلاؤ وُہ بڑھ کا درخت کہاں ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ بابا خدا نے اُسکو مٹا دیا۔ میں کیا شئے ہوں جو اُس کو پیدا کروں اور تم کو دکھاؤں ہاں میں اُس کا انکار نہیں کرتا۔ وُہ تھا۔ اسی جگہ تھا۔ یہ ٹُنڈ سا اب بھی موجود ہے جس میں نیچے جنگلی جانوروں نے ماندیں بنائی ہیں۔ اور اُوپر اُن زنبوروں نے اپنا چھتا بنایا ہے جن کی شکل خوشنما ہے پر اُن کا ڈنگ زہریلا ہے۔ تم اِس سے بچو اور بھاگو اور آسمانی قلعہ میں پناہ گزین ہو جاؤ۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو ایک پادری سے مینے یہ بات سُنی تھی کہ مسلمان مولوی کہتے ہیں کہ پہلی کتب توریت اور انجیل برحق ہیں لیکن خدا نے اُنھیں آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اُسوقت تو مجھے اِسکا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن اب مجھے مولوی صاحبان کی وُہ بات بالکل سچّی دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ جو چیز زمین سے نابود

ہو جاتی ہے وہ خدا کے پاس تو موجود ہے۔ آسمان پر تو سب علم باقی ہیں۔ کہ توریت میں یہ لکھا تھا اور زبور میں یہ لکھا تھا پس یہ سچ ہے کہ توریت زبور اور انجیل اور پہلے تمام صحائف آسمان پر اُٹھائے گئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح بھی اُٹھائے گئے۔

اس پر ایک سوال ہوا۔ وہ اور اُسکا جواب بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب ہم نے اپنے مُباحثات میں توریت اور انجیل کی پیشگوئیاں متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم وحضرت مسیح موعود پیش کیں تو سوال ہوا کہ آپ تو اس بائبل کو اصلی نہیں سمجھتے پھر اس میں سے پیشگوئیاں کیوں لیتے ہو +

کتبہ کی تمثیل تب اس سوال کے جواب میں مینے ایک تمثیل کہی۔ کہ دیکھو دہلی میں ہمایوں کا قلعہ اب تک باقی ہے۔ وہ کسی وقت شاہی قلعہ تھا۔ اور اُس میں رہنے والوں کے واسطے ہر ایک امن وامان اور عزّت واحترام موجود تھا۔ لیکن آج اُس کی خستہ حالت ہے۔ اُس میں چند ایک گوالوں کے سوا کوئی نہیں رہتا۔ ہر جگہ گوبر اور کتوں کا گوہ پڑا ہے۔ اُس میں کسی شخص نے بخیالِ حفاظت شاہی بسیرا کرنا چاہا پر دانا لوگوں نے اُس کو روکا۔ اور اُس کے خطرے سے اُسکو آگاہ کیا۔ لیکن دیکھو کہ وہاں ایک اینٹی کویرین Antiquarian آیا۔ یعنی ماہر حالاتِ قدیمہ جو پُرانے کھنڈرات کو کھودتا تھا اور پُرانی قبریں بھی دیکھتا تھا۔ اور قدیم مکانات سے تاریخی حالت کا ایک مجموعہ طیار کرتا تھا وہ بھی اُس قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ پر رہنے کے لیے نہیں۔ بلکہ آثارِ قدیمہ سے کچھ خبر لینے کے لیے۔ وہی دانا لوگ جو اوروں کو وہاں جانے سے منع کرتے تھے۔ اُس کے ممد ومعاون ہوئے پس وہ اُس قلعہ کے اندر گھومنے لگا۔ بدبُو سے تنگ آکر اُسنے اپنا رومال اپنے ناک پر رکھا اور اُس نے اس جگہ سے نفرت ظاہر کی۔ لیکن دیکھتے دیکھتے ایک دیوار پر اُسے ایک کتبہ نظر آیا تب وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے جھٹ اپنی جیب سے پاکٹ بک نکالی اور اُس کتبہ کو نقل کیا۔ اور اس خزانہ کو پاکر قلعہ سے چلا گیا۔ عقلمندوں نے اُس کی تعریف کی اور اُسکی عزّت کی اور اہل الراء لوگوں میں اُس کی بڑی قدر ہوئی۔

سواے عقلمندو؟ اگر ہم بائبل میں سے کوئی ثبوت نکالیں جو ہمارے سامنے سچّی ثابت ہو گئی تو اس پر اعتراض نہ کرو۔ اور اُس کی تصدیق ہونے دو کہ اس میں بادشاہ کی عزّت ہے ہم پہلی کتابوں کے مُنکر نہیں۔ بلکہ اُس کی بالکلیہ صحت کے مُنکر ہیں۔ اور اس میں تم بھی ہمارے ساتھ اکثر متفق ہو۔

شاہی انعام کی تمثیل ہاں اس پر ایک اور سوال پیدا ہوا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ اگر بائبل کو باوجود اصلی نہ مان کر آپ پیش گوئیوں کو لے لیتے ہو تو ہم بھی قرآن شریف سے بعض تائیدی باتیں لیں گے اور باقی کو چھوڑ دیں گے۔ اس کے جواب میں مینے پھر ایک تمثیل کہی اور مینے کہا کہ دیکھو ایک بادشاہ تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا بادشاہ تھا۔ بہت سے پہلے بادشاہوں کا وارث ہوا۔ پہلے زمانہ میں تو ہند کا بادشاہ اور تھا اور سندھ کا اور تھا۔ اور لنکا کا اور تھا۔ اور برہما کا اور تھا۔ اور مصر کا اور تھا۔ اور انگلینڈ کا اور تھا۔ کنیڈا کا اور تھا اور آسٹریلیا کا اور تھا۔ پر خدا نے اُس کو سب کا وارث کیا۔ پس اُس نے خوشی کا ایک جلسہ کیا اور بڑا دربار لگایا۔ اور انعام واکرام کا خزانہ کھولا۔ سو اُس کی فیاضی کو سُن کر اُس کے پاس دو سائل جمع ہوئے۔ ایک نے تو کہا۔ کہ اے بادشاہ میں تیرے باپ دادوں کا بھی فرمانبردار تھا اور تیری بھی حکومت کا اقرار کرتا ہوں۔ اور مینے بہ بڑی خدمات کیں اور میں اُس قوم میں سے ہوں جس نے تجھ سے پہلے بادشاہوں کا بھی جو اس ملک میں حکمران تھے حقِ نمک ادا کیا اور دیکھ آج میں تیرے سامنے کمربستہ حاضر ہوں تاکہ تیرے سامنے اپنی جان قربان کردوں۔ بادشاہ اُس پر خوش ہوا اور اُس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اسکو دُہرا انعام دو۔ پہلی خدمات کا بھی اور میری اطاعت کا بھی پس وہ دولت سے مالا مال ہوگیا۔ پھر دُوسرا بولا اُس نے کہا اے شخص ان مُلکوں کے پہلے بادشاہ بڑے اچھے تھے۔ میں نے اُن کی خدمات کیں۔ میری قوم کے بزرگوں نے ان کی خاطر بڑی جان نثاری کی۔ اب تو حکومت کا مُدعی ہے۔ پر میں معذور ہوں کیونکہ تو میرے خیال میں بادشاہی کے لائق نہیں۔ اس واسطے میں تجھے بادشاہ نہیں تسلیم کر سکتا۔ پر دیکھ میں انصاف والا آدمی ہوں۔ اس واسطے میں اقرار کرتا ہوں کہ تجھ میں بعض خوبیاں ہیں۔ اس واسطے تو میری۔ اور میرے باپ دادوں کی پُرانی خدمات اور میرے اس اقرار کے سبب کہ تجھ میں بعض خوبیاں ہیں مجھے انعام دے سو سوچنا چاہئیے کہ بادشاہ اُسکو کیا انعام دیگا سوائے اسکے کہ مانڈلے کی قلعہ کی روٹیاں اُسکو کھلائی جائیں یا پورٹ بلیر کی آب وہوا اُس کو چکھائی جائے۔

غرض ہم بائبل کے منکر نہیں اُسکو الہامی کتاب مانتے ہیں لیکن اُس میں غلطیاں پڑ گئی ہیں۔ ان کے مُنکر ہیں اس واسطے اُس کی صحیح باتوں کو لے سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہماری مخالف قومیں قرآن شریف کی سرے سے مُنکر ہیں۔ اُسکو الہامی کتاب نہیں مانتے۔ آنحضرت کو نبی نہیں مانتے۔ لہذا انکو کوئی حق نہیں کہ اس کی کوئی بات اپنے ثبوت میں پیش کریں +

چشم پوشی حضرت کی چشم پوشی اور تحمّل حد درجہ کا تھا۔ ایکدفعہ کا واقعہ ہے کہ لنگر خانہ میں ایک نان پز تھا۔ اُس کے متعلق شکایت تھی کہ وہ لنگر کی روٹیاں چوری کر لیتا ہے۔ ایک صاحب نے اُسکے متعلق حضرت کی خدمت میں جا شکایت کی۔ کہ حضور لنگر کا نان پز روٹیاں چُرا لیتا ہے۔ حضرت سُن کر چُپ کر رہے کچھ جواب دیا حضرت کی عادت تھی کہ جس شکایت یا حکایت کو ناپسند کرتے تھے۔ اُسکا عمُوماً جواب نہیں دیتے تھے۔ بات کرنیوالا بدیں خیال کہ حضرت نے سُنا ہی نہیں اپنی غلطی پر شرمندگی اُٹھانے سے بچ جاتا تھا۔ کچھ دن کا وقفہ ڈال کر اُس شخص نے پھر جا شکایت کی کہ حضرت نانبائی روٹیاں چُراتا ہے۔ پھر بھی آپ خاموش رہے مگر شاکی نے یہی سمجھا کہ حضُور نے میری بات سنی نہیں۔ اور دُوسری باتیں شرُوع ہو گئیں۔ چند روز کے بعد اُس نے پھر موقعہ پاکر یہی بات کی۔ تب حضرت اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں نے آپ کی بات کو سُنا ہے اور پہلے بھی دو دفعہ آپنے ایسا ذکر کیا ہے۔ سو پہلے آپ کسی ایسے نان پز کو تلاش کر لائیں جو ایسی حرکت سے بالکل پاک ہو۔ پھر اس کو نکالکر اُسکو رکھ لیں گے۔

پھر فرمایا۔ دیکھو گرمی کا موسم ہے اُوپر سے آگ برس رہی ہے۔ ایسی سخت طپش کے وقت میں کہ انسان گھر سے باہر نکلنا بھی مُشکل سمجھتا ہے۔ وہ تنُور کے دوزخ میں ایک روٹی کے واسطے دو غوطے لگاتا ہے۔ ایک لگانے کے وقت پھر ایک نکالنے کے وقت اور اسی طرح صدہا روٹیاں پکاتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہی مُتقّی اور پاک ہوتا جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ وہ ہو۔ تو کیا خدا نے اُس کو اس گرمی میں اس نمونہ دوزخ کے سپرد کرنا تھا؟ آخر اُس میں کچھ کمزوریاں ہیں تو اُس کو وہاں بٹھایا گیا اور آپ کی طرح آرام کی جگہ اُس کو نہ دی گئی۔

اس بات کو سُنکر سائل اور سامعین کی تشفّی ہوئی اور خوف پیدا ہوا کہ کہیں غیرتِ خداوندی اُن کو ویسی حالت میں مُبتلاً نہ کردے۔ اور اُنہوں نے توبہ کی۔

سیر کے وقت خدام جو ساتھ چلتے تھے وہ حضرت کی باتیں سُننے کے لئے دوڑ دوڑ کر قریب ہونے کی کوشش کرتے تھے اور بعض دفعہ اس کوشش میں کسی کا پاؤں حضرت کے عصا پر پڑکر عصا نیچے گرجاتا تھا۔ عصا تو کوئی شخص جھٹ اُٹھا کر دے دیتا تھا۔ مگر حضرت پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے۔ تاکہ وہ شخص شرمندہ نہ ہو جس سے یہ حرکت ہوئی ہے۔

حُسنِ اخلاق آپ اکثر معزز مہمانوں کی مشایعت کے واسطے چند قدم یا گاؤں کے باہر تک جایا کرتے تھے۔ اور بعض

دوستوں کی تعظیم کے لیئے کھڑے ہوکر اُن سے مِلا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب جب ولایت سے تشریف لائے تو آپ مسجد اقصیٰ میں تشریف فرما تھے شیخ صاحب کے آنے پر یہ کہ کر کہ بہت دُور کے سفر سے آئے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہوکر اُن سے مُلاقات کی۔

صفائی مُعاملہ دُنیاوی معاملات کی صفائی کی ایک عجیب بات میں سُناتا ہوں)۔ کہ آپ تقوے کی ایسی باریک راہوں کو مدِّنظر رکھتے تھے۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص کو آپنے کچھ سودا خریدنے کے واسطے بھیجا۔ تو آپ نے جو اُس کو روپئے دیئے تو اُن میں سے ایک روپیہ الگ کرکے دیا۔ اور اُس کے ساتھ چار یا کتنے پیسے دیے۔ اور فرمایا یہ روپیہ کھوٹے والا ہے۔ (یا کچھ ایسا ہی عیب دار تھا) کہیں سے آگیا ہے۔ آپ سے خبری میں نہ رہیں۔ اِس کو زائد پیسے دے کر تبدیل کرلینا

حق پہنچایا جاوے آپ کا یہ طریق تھا کہ حق کو آہستگی اور نرمی سے پہنچایا جاوے۔ حکیم محمد حسین صاحب نے جب مرہم عیسےٰ کے اشتہارات میں مسیح کے واقعہ صلیب سے بچنے اور وفات مسیح وغیرہ کا ذکر کرکے بہت سے اشتہارات چھپوائے اور بڑے اُردو اور انگریزی میں چھپوائے۔ اور انگریزوں کی گاڑیوں میں وہ اشتہارات پھینکے تو ایک شور پڑ گیا۔ اور حکیم صاحب پر مقدمہ بن کر اُن کو ایسے اشتہارات سے منجانب روک دیا۔ تب حضرت نے فرمایا۔ کہ اگر حکیم صاحب آہستگی اور نرمی سے اپنا کام کرتے چلے جاتے تو بیسیوں سال تک بھی اُن کو کوئی نہ روکتا۔ لیکن حضرت اِس بات کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ کہ کوئی علاقہ آپکے متعلق خاموشی اختیار کرے۔ نہ موافقت ہو اور نہ مخالفت اکثر باہر سے آنے والے احباب سے پُوچھا کرتے تھے کہ آپ کے شہر میں ہمارے سلسلہ کی کچھ مخالفت بھی ہوتی ہے۔ جب کوئی کہتا کہ حضرت ہمارے ہاں تو کوئی مخالفت نہیں۔ تب آپ افسوس کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ اور بد۔ پھر وہاں ترقی کس طرح ہوسکتی ہے۔ غرض آپ پسند کرتے تھے کہ سُست اور مُردہ طبع علاقوں کو جگانے اور ہوشیار کرنے کی کوشش کی جاوے کیونکہ سویا ہُوا بے خبر ہے۔ مخالفت یا موافقت بیدار اور خبردار ہونے سے ہی ہوتی ہے۔ خدا کے قائم کردہ مقدس سلسلہ کی آگاہی لوگوں کو کرنی چاہیئے۔ ہر ایک حکمت اور دانائی سے یہ راہ اختیار کیا جاوے۔ نہ ایسا طرز جس سے لوگ فوراً بھڑک اُٹھیں اور موذی فساد برپا ہوجائے اور کوئی بات بھی نہ سُنے اور نہ ایسا طرز کہ ہم اپنے ایمان کے اظہار سے بھی ڈریں۔ بلکہ درمیانی راہ اختیار کرو اور اپنا کام کرتے چلے جاؤ کوئی موافق ہو یا مخالف اسکی پرواہ نہ کرو۔ خدا صادقوں کا حامی ہے۔ ہاں فتنہ کی جگہ میں احتیاط ضرُوری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت کے دعویٰ ۔۔۔۔۔ کے ابتدائی دنوں میں ایک شخص شہاب الدین نام تھے۔ بہت غریب اور غریب مزاج تھے۔ وہ احمدی ہوئے ابتدائی دن تھے۔ جماعت بہت قلیل تھی۔ مگر ہنوز ہم نمازیں غیروں کے پیچھے پڑھ لیتے تھے۔ میاں شہاب الدین نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کی کہ حضور ہمارے ہاں زیادہ حنفی ہیں وہ جمعہ کے ساتھ احتیاطی ظہر پڑھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اُن کا جمعہ بھی شک میں رہا اور ظہر بھی شک میں رہی۔ لیکن اکثر حنفی احتیاطی نہ پڑھنے والے کو وہابی جانتے ہیں اور اُس کے ساتھ سختی کرتے ہیں۔ تم جوتے کھانے سے احتیاطی پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی ایک احتیاطی ہے۔

غرض تبلیغ کا کام تو ضرور کرنا چاہیئے۔ مگر احتیاط سے نیز طبائع یکساں نہیں۔ ہر شخص اپنے رنگ میں اپنی سمجھ اور ہمت کے مُطابق تبلیغ کرسکتا ہے۔ اور ہر شخص کو اُس کے طرز پر کام کرنے دینا چاہیئے۔ یہ مُناسب نہیں ہوتا۔ کہ ہر ایک کو ہم اپنے طرز پر چلانا چاہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ گول پر پہنچنا ہے۔ کوئی آگے کوئی پیچھے کوئی شولڈر لگائے ہاں آگے بڑھے چلو۔ جو جماعتیں تبلیغ کے کام میں سُست ہوجاتی ہیں اور بیرونی ابتلاؤں سے محفُوظ ہوجاتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ وہ پھر آپس میں مشقِ جنگ شروع کرتی ہیں۔ مگر ہنوز مشق کے واسطے باہر کا میدان بہت ہے۔ قرآن وحدیث کو غور سے پڑھو اور اُس کی تفسیر ضرورتِ زمانہ کے مُطابق کُتب مسیح موعود میں موجود ہے۔

ہاں لوگوں کو نرمی سے سمجھانا چاہیئے۔ کہ اگر ہم مرزا صاحب کا نام لیتے ہیں یا اُن کا دعوےٰ پیش کرتے ہیں یا مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح و مہدی فرماتے تھے۔ تو اُن کو جو کچھ ملا ہے وہ اس الہام سے ظاہر ہے کہ کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنحضرتؐ کی اتنی بڑی شان کا جو ہم شور مچاتے ہیں۔ تو اُس شان کی برکت کا کوئی نمونہ بھی دکھائیں یا تمھاری صلاح ہے کہ ہمارے پاس بھی عیسائیوں اور آریوں کی طرح خالی لفظ ہی لفظ رہجائیں

ہمارے دوست ڈاکٹر صاحب نے کیا خوب کہا کہ براہین تک مجدد مانتے تھے۔ جب دعوےٰ پیش ہُوا تو ابتلا کا زمانہ آیا ۔۔۔ مامور بھی ہوتے ہیں اور بعض غیر مامور بھی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ غیر مامور تو کہتا ہے کہ دیوار پر نصیحت لکھی ہو تو اُس کو بھی ماننا چاہیئے تجھے بُرا سمجھو یا بھلا پر میری بات مانو۔ برخلاف اس کے مامور کہتا ہے کہ میری بات مانو۔ کیونکہ میں اپنے آپ سے نہیں بولتا۔ بلکہ خدا کا بولایا ہُوا بولتا ہوں۔ اگر تم میرا انکار کروگے تو خدا تم پر ناراض ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب کو جب وحی الٰہی ہوئی کہ انی امرت من الرحمٰن فاتونی۔ اے لوگو میں خدا کی طرف سے مامور ہوں میرے پاس آؤ۔ پھر حکم ہُوا کہ لوگوں کو کہدو کہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ پھر خدا فرماتا ہے من جاءک جاءنی جو تیرے پاس آیا وُہ میرے پاس آیا۔ پھر الہام ہے کہ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم اب ایسے تاکیدی احکام کو چھپا کر مرزا صاحب کہاں لے جاتے اور ان کی جماعت اس نعمت عظیمہ سے خلقت کو کیونکر محرُوم رکھے۔ حضرت فرماتے ہیں:۔

حکم است ز آسمان بزمین مے رسانمش
گر بشنوم نگویمش آنرا کجا برم

بیشک دُنیا داروں کی نگاہ میں یہ باتیں عجیب ہیں مگر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قوم نے مہدی کا انکار کیا تھا۔ اب خدا مار مار کر مہدی کے منوانے کی طرف لا رہا ہے۔ یہی وُہ ابتلا ہے جو پہلے سے نبوت کے کلام میں کہی گئی تھی۔ کہ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسکو قبُول نہ کیا۔ لیکن خدا اپنے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کردیگا۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو وقت یہ کسی کام کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے۔ اُسی کے ذریعہ سے وُہ برکات حاصل ہوسکتے ہیں۔ مسیح اول نے بھی کہا تھا۔ کہ دروازہ میں ہوں مسیح ثانی نے بھی کہا۔ کہ خاتم الاولیاء ہوں۔ اب ولی بننا ہے تو میرے ذریعہ سے بنو۔ مامور کی تو بڑی شان ہے۔ مثال کے طور پر عدالت کے ایک پیادے کو ہی دیکھو جو سمن لے کر آتا ہے اگر اُس کو ہم عدالت کی طرف سے آیا ہُوا نہ مانیں۔ اور اُس کے کاغذ ایک معمولی اشتہار سمجھ کر پھینکدیں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ اگر سفید لباس والے پیادے کو

نہیں مانا تو کالی بردی والا فرشتہ آئے گا۔ اور وہ ہاتھوں میں زنجیر ڈال کرلے جائے گا۔ یہاں تو پیادہ ہے پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ پھر کیا شان ہے اُس کی جو فوجوں کا سردار ہے۔ مسیح تو اوپر رہا میں تو کہتا ہوں کہ خلیفۃ المسیح کو بھی ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

کرامات حضرت مسیح موعود کی صداقت کے آیات آپ کی کرامات بہت ہیں۔ کچھ کتابوں میں بھی لکھے گئے ہیں۔ میں تو بہت سے آیات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا ہوں۔ ایک دو کا میں اس وقت ذکر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ جبکہ بعض شہروں میں طاعون کا زور ہوا کرتا تھا۔ تو ہمارے مکرم دوست مولوی محمد علی صاحب کو بخار ہو گیا۔ بخار ایسا سخت اور تیز تھا کہ مولوی صاحب موصوف نے خیال کیا کہ یہ طاعونی بخار ہے آپ اُس وقت انجمن مدرسہ کے سیکرٹری تھے۔ مجھے آپ نے بُلایا۔ آپ کا مکان مسجد سے ملحق تھا جس سے مسجد کی طرف ایک کھڑکی تھی اور اُس میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں میں کھڑکی کے باہر مسجد کی چھت پر بیٹھ گیا۔ آپ اندر چارپائی پر تھے۔ آپ نے اپنی وصیت مجھے سُنانی شروع کر دی۔ میں نے اپنا ہاتھ سلاخوں میں سے بڑھا کر آپ کے بدن پر رکھا۔ آپ کو تشفی دینے لگا اور وصیت بھی سُنتا جاتا تھا۔ مگر آپ کا بدن تیز بخار سے آتش ہو رہا تھا۔ اتنے میں اندر کی طرف سے حضرت مسیح موعود آ گئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضور نے ایک جلالی رنگ میں مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑا۔ اور فرمایا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ گھبرا گئے ہیں کہ طاعونی بخار ہے آپکو تو کوئی ایسا بخار نہیں معمولی حرارت ہے۔ اگر آپ کو طاعون ہو جائے تو ہمارا سلسلہ ہی جھوٹا ہے۔ میں حیران ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں کہ معمولی بخار ہے۔ میں نے پھر ہاتھ بڑھایا اور مولوی صاحب کے بدن کو چھوا۔ تو فی الواقعہ بدن ویسا گرم نہ تھا۔ اللہ اکبر۔ کیا قوت رُوحانی تھی۔ جو اللہ کی حکومت مانتا ہے۔ ہر شے اُس کی حکومت کے نیچے آ جاتی ہے۔ انسانی بدن کیا پتھر اور لکڑی اور لوہا بھی ان کا حکم مانتے ہیں۔

اس واقعہ سے مولوی محمد علی صاحب کی شان اور عظمت بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کی سلامتی کو اپنے سلسلہ کی صداقت کا نشان بتلایا۔

ایک اور واقعہ حضرت کے معجزات میں سے میں عرض کرتا ہوں۔ ایک ریاست میں احمدیوں کی ایک مسجد تھی مخالفوں نے از روئے ضد اُن کو نکالنا چاہا۔ عدالت میں مقدمہ کھڑا کر دیا۔ وہاں کے احباب احمدیہ نے آکر حضرت مسیح موعودؑ کے دربار میں فریاد کی اور دُعا کی درخواست کی حضرت نے جلالی رنگ میں فرمایا کہ دُعا کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہمارا سلسلہ حق ہے تو آپ کو مسجد ضرور مل جائے گی۔ اس مقدمہ کو خراب کرنے اور احمدیوں کے خلاف فیصلہ کرنے کے واسطے کئی حاکم تُلے ہوئے تھے۔ مگر قدرت خداوندی کا نمونہ دیکھیئے کہ جس حاکم کے پاس مقدمہ جاتا وہ تعصب کی وجہ سے احمدیوں کے خلاف فیصلہ دینا چاہتا تو فیصلہ لکھنے سے قبل کسی غیبی حملہ سے ہلاک ہو جاتا۔ کئی ایک اس طرح مر چکے تو آخر ایک نے جو برخلاف پہلوں کے ہندو تھا۔ اس بات کو سوچا۔ اور احمدیوں کے مطابق فیصلہ لکھا۔

اس جگہ ایک تازہ واقعہ جو حضرت خلیفۃ المسیح کے وقت میں ہوا ہے اس کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ ہمارے ایک مخلص دوست ایک فوج میں صوبہ دار تھے۔ اُن کا کمان افسر اُن کے سخت مخالف تھا۔ اور اس سے وزیر ریاست کو بھی جو ان کے سخت مخالف تھے۔ ہر دو صوبہ دار صاحب کو ملازمت سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے۔ اور ہر طرح تنگ کرتے تھے۔ صوبہ دار صاحب نے تنگ آکر مجھے خط لکھا کہ مجھ پر یہ مصیبت ہے۔ مجھے حضرت سے اجازت لے دو کہ میں استعفیٰ دیدوں اور عزت سے اپنے گھر چلا آؤں۔ موقوفی کی بےعزتی اور الزاموں سے بچ جاؤں۔ میں نے خط حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ لکھدو کہ استعفےٰ نہ دیں۔ حتی الوسع حکام کی اطاعت کریں۔ وُہ خود نکال دیں۔ تو پھر خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھیں۔ یہی جواب میں نے صوبہ دار صاحب کو لکھ دیا۔ اور بعد میں حضرت کی خدمت میں اُن کے واسطے دُعا کی تحریک کرتا رہا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُن کے افسران نے انھیں استعفےٰ دینے پر مجبور کیا۔ جب اُنہوں نے استعفےٰ نہ دیا۔ تو موقوف کر دیا۔ صوبہ دار صاحب نے یہاں اطلاع بھیجی۔ یہاں سے حضرت نے حکم دیا کہ اپیل کرو۔ اُنہوں نے اپیل کی۔ کمان افسر نے پھر ان کے برخلاف لکھا۔ مگر لکھنے کے چند روز بعد اچانک بیمار ہو کر مر گیا۔ مثل وزیر صاحب کے پاس گئی۔ وُہ بھی خلاف لکھنے والے تھے۔ مگر ہنوز کچھ لکھا نہ تھا۔ کہ اچانک کسی سفر میں چلے گئے اور وہیں ناگہانی موت نے اُن کو آپکڑا۔ اس طرح صوبہ دار صاحب کے مقابلہ میں میدان صاف ہوا۔ نئے وزیر آئے۔ اُنہوں نے مثل دیکھی۔ صوبہ دار صاحب کو بے گناہ پایا۔ اور ہر طرح لائق دیکھا۔ واپس بلا کر بجائے صوبہ داری کے کمان افسری عطا کی۔ یہاں خبر آئی حضرت نے فرمایا۔ لکھدو کہ کسی کی موت سے خوش نہ ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزی کرتے رہیں اور اپنے فرائض کو عمدگی سے بجا لائیں +

دینی محنت یہ جو دُعا قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کے آخر میں سکھلائی گئی ہے۔ کہ ربّنا لا تحمّلنا ما لا طاقة لنا بہ۔ اے رب ہم پر وُہ بوجھ نہ ڈال جس کی کہ ہم کو طاقت نہ ہو۔ اس کی تفسیر میں حضرت فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ ہر کام میں اپنی پُوری طاقت اللہ تعالےٰ کے راہ میں خرچ کر دیوے۔ کیونکہ دُعا میں یہی سکھایا گیا ہے۔ کہ ہماری طاقت سے زیادہ ہم پر بوجھ نہ ہو۔ یہ نہیں سکھلایا گیا۔ کہ ہماری طاقت کے برابر بھی نہ ہو۔ مومن کو چاہیئے۔ کہ اپنی طاقت بھر خدا کی راہ میں اپنے آپ کو طیار رکھے اور حضرت کا اپنا طریق عمل ایسا ہی تھا۔ دین اسلام کا بول بالا کرنے کی جو دُھن آپکو تھی۔ اُس کے مقابل میں ہر قسم کا آرام جان و جسم آپ نے اپنے اُوپر حرام کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے سخت گرمی کے دن تھے۔ آپ کوئی کتاب تائید اسلام میں لکھ رہے تھے۔ چند دوست دوپہر کے قریب آپ سے اجازت طلب کر کے آپ کے کمرے میں حاضر ہوئے۔ ایک نے عرض کی کہ حضور گرمی بہت ہے۔ حضور کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ اس کمرے میں ایک پنکھا لگوا دیا جائے۔ تبسم کرتے ہوئے فرمایا تجویز تو آپ کی اچھی ہے۔ مگر پنکھا لگا اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ تو پھر نیند آ جائے گی۔ اور سو رہنے کو جی چاہے گا قوم تو آگے ہی سوئی ہوئی ہے۔ ہم بھی سو رہے تو دین کی تائید کون کرے گا۔

بدر میں جو حضور کے الہامات اور کلمات چھپا کرتے تھے۔ ان کے مضمون یا پروف میں حضور کو بھیجا کرتا تھا۔ خود سارا پروف بڑے غور سے پڑھا کرتے تھے۔ جب کوئی مضمون لکھنے بیٹھتے تھے۔ تو تائید اسلام کے شوق میں ایسے محو ہو جاتے تھے۔ کہ آپ کو اپنی بیماری اور کمزوری کا خیال بھی بھول جاتا تھا۔ بسا اوقات مضمون لکھتے لکھتے دوران سر کا دورہ آ پڑتا تھا۔ اور آپ بیہوشی کی سی حالت میں گر جاتے تھے۔ اور پھر بہت دبانے اور ہاتھ پاؤں ملنے سے دیر کے بعد آرام ہوتا تھا۔ مگر افاقہ پا کر پھر اُسی کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔ بعض دفعہ ساری ساری رات مضمون لکھتے گذر جاتی تھی۔ اور ایسی ایک شب مجھے بھی حضور کے ساتھ گذارنے کا فخر حاصل ہوا تھا

یہ اُس وقت کی بات ہے۔ جبکہ میرے پیارے دوست مرحوم مرزا ایوب بیگ صاحب زندہ تھے۔ اللہ تعالےٰ اُن کے درجات کو جنت میں بلند کرے۔ حضرت نے ایک نہایت ضروری مضمون لکھنا تھا۔ جس کا صبح تک طیار ہو جانا ضروری تھا۔ عشاء کے قریب ایوب و صادق کو حکم ہوا۔ کہ حضرت مضمون جلدی جلدی لکھتے جائیں گے۔ جس کا صاف کرنا بھی ضروری ہے۔ اسواسطے ایوب بیگ لکھاتے جائیں گے۔ اور محمد صادق لکھتا جائے گا چونکہ حضرت میرے طرز خط کو پسند فرماتے تھے۔ اس واسطے یہ فخر مجھے حاصل ہوا۔ دُنیا دار تو کہا کرتے ہیں کہ اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی۔ مگر مسیح موعود کے قدموں کی طفیل میرے خط کی عمدگی برائے من رحمت شدی والا مُعاملہ ہو گیا۔ عشاء کے بعد ہم اندر کے مکان میں بیٹھ گئے۔ دو ہری کیمن روشن کیے گئے۔ لکھتے لکھتے فجر ہو گئی۔ مؤذن نے اللہ اکبر کہا۔ تو حضرت نے قلم ہاتھ سے رکھا۔ ہمارا حال تو یہ تھا۔ کہ خیال ہوتا تھا مؤذن نے غلطی کھائی۔ ہنوز اذان کا وقت کہاں ابھی تو بہت تھوڑا ہی وقت گذرا ہے۔ کہ ہم لکھنے بیٹھے تھے۔ مگر رات بھر کی کوفت نے اور معلوم نہیں کتنی ایسی شب حضرت نے پہلے گذاری ہوں گی۔ حضور کی طبیعت پر ایک خوفناک اثر کیا۔ اچانک ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ اور دوران سر ہو کر آپ گر گئے۔ بہت دیر کے بعد آرام آیا۔ تو پھر آپنے قلم دوات لے لی۔

ایوب صادق اس جگہ برادر مرحوم مرزا ایوب بیگ صاحب کا نام آگیا ہے تو اِن کا تھوڑا سا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ برادر مرحوم ہمارے مکرم دوست ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت ہی نیک صالح اور صابر نوجوان تھے۔ حضرت مسیح موعود کے حضور میں اخلاص و صدق کا ایک بے نظیر نمونہ تھے۔ میں نے ان کو پہلے اُسوقت دیکھا جبکہ یہ ہر دو بھائی طالب علم تھے اور لاہور میں اکٹھے رہتے تھے۔ اور مینے عشق کا پہلا سبق انہی دونوں بھائیوں سے پڑھا تھا۔ برادر ایوب کی سچی اور پکی دوستی کا اس قدر اثر میرے قلب پر ہوا۔ کہ آج تیرہ سال کے قریب اُن کو فوت ہوئے کو گذرے ہیں۔ مینے اتنے لمبے عرصہ میں شاید ہی کوئی جنازہ حاضر یا غائب پڑھا ہوگا۔ جس میں اُن کے واسطے دُعا نہ کی ہو۔ اور وُہ ایک ہی شخص ہے جس کی لاش کو باوجود اتنا لمبا عرصہ گذرنے کے بغیر صندوق کے دفن کیا گیا ہونے کے حضرت مسیح موعود نے اجازت دی تھی کہ اُن کی مُشتِ استخوان کو فاضلکا سے قادیان مقبرہ بہشتی میں لایا جائے سب دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اُسے جنت میں بلند درجات عطا کرے اور سب احمدیوں کو بھی۔ آمین۔

حضور کا آخری کام چونکہ دورانِ سر کے مرض میں زیادہ بیٹھنا مضر ہوتا ہے۔ اس واسطے حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ عموماً ٹہلتے ٹہلتے مضمون لکھا کرتے تھے ایک ہاتھ میں کاغذ ہوتا تھا۔ اور ایک میں قلم۔ اور ایک دوات کمرے کے اِس سرے پر اور ایک اُس سرے پر رکھی رہتی تھی اور چلتے چلتے مضامین لکھا کرتے تھے۔ اکثر مضامین حضور نے اسی طرح لکھے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی دینی جوش کی محنت تھی۔ جس کی خاطر آپ نے بالآخر اپنی جان قربان کر ہی دی۔ اور باتیں تو بہت ہیں مگر پروگرام کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور میرے واسطے ایک گھنٹہ مقرر ہے۔ اِس واسطے حضرت کی وفات کے ذکر کے ساتھ ہی اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ لاہور میں آپ پیغام صلح لکھ رہے تھے چونکہ وہاں مُسافرت کا مقام تھا جلد واپس آنے کا بھی خیال تھا۔ پیغام صُلح کے لیکچر کی بڑے زور شور سے طیاری ہو رہی تھی۔ اشتہار شائع ہو گئے مضمون بہت زبردست تھا۔ غیر قومیں مخاطب تھیں۔ اس واسطے بہت توجہ سے آپ اِس مضمون کے لکھنے میں مصروف ہوئے اور رات دن اسی کام میں لگے رہتے۔ شام کی سیر بھی ترک کی ہوئی تھی۔ کئی روز تک متواتر کام کرتے رہے۔ آخری دن جبدن مضمون ختم ہوا۔ تو فرمایا آج ہم نے اپنا کام ختم کیا اُس شام کو سیر کے واسطے بھی تشریف لے گئے۔ مگر طبیعت پر اِس محنت کی کوفت کا اثر نمایاں تھا۔ عصر کی نماز میں ایک مُلّاں نے مباحثہ کا رنگ اختیار کیا۔ اُس کو آپ بہت سمجھاتے رہے۔ جب اُس نے بہت ضد کی۔ تو بالآخر فرمایا کہ ہم تو اپنا کام پُورا کر چکے ہیں اب تم جاؤ جو تمہارا جی چاہے کرتے پھرو۔ اُسی رات کو عشاء کے قریب آپ پر وہی دورانِ سر اور ہاتھ پاؤں کے سرد ہونے کا دورہ پڑا۔ اور اسہال ہوا۔ پہلے اِس کو اکثر نے معمولی سمجھا۔ اور علاج معالجہ ہوتا رہا۔ مگر طبیعت ساعت بساعت زیادہ خراب ہوتی گئی۔ فجر کی نماز کے وقت میں پاؤں دبا رہا تھا۔ صاحبزادہ محمود احمد صاحب سرہانے بیٹھے تھے۔ تب آپنے آہستگی سے فرمایا۔ "نماز"۔ صاحبزادہ صاحب نے خیال کیا۔ کہ مجھے نماز پڑھنے کے واسطے فرماتے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کی کہ مینے نماز پڑھ لی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا "نماز" اور دونو ہاتھوں کو سینے پر رکھا۔ تب ہم نے جانا کہ خود نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد جلد آپ کو بے ہوشی ہوئی اور اپنے خدا سے جاملے اِس دُنیا میں آپ کا آخری کام بھی خدا کی عبادت ہی تھا۔ میں آپ کے قدموں میں حاضر تھا۔ جب ایک ڈاکٹر نے آپ کی پسلی میں انجکشن کی پچکاری کی سُوئی چبھوئی اور مینے سمجھا کہ یہ بھی مسیح اوّل کے ساتھ ایک مماثلت پُوری ہوئی۔ لیکن جیسا کہ اِس محمدی مسیح کے واسطے خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہر ایک کام کو آسان کیا اور اہل اسلام کی ۱۳۰۰ سال کی دُعا کہ ربنا لا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا اے ہمارے رب ہم پر وُہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے پہلوں پر ڈالے۔ پہلے مسیح کی طرح آپ پر بھی قتل کا مقدمہ بنا۔ مگر وہاں تو نتیجہ مقدمہ میں صلیب پر چڑھنا پڑا اور یہاں صرف چند روزہ عدالتوں میں آنے جانے کی تکلیف پر اکتفا ہوا اور وہاں تو مولوی لوگ عزت کی کرسیوں پر بیٹھے اور مسیح کو کھڑا کیا گیا۔ یہاں مسیح کو کرسی دی گئی اور مولوی صاحب کو مانگنے سے بھی نہ ملی اور تمام دیگر مُعاملات میں خدا نے ہمارے ساتھ نرمی کا سلوک کیا۔ ایسا ہی پسلی کے چھیدنے کی مماثلت کو پُورا کیا۔ مگر وہاں ایک کافر بُت پرست کی مخالفانہ برچھی تھی۔ یہاں ایک مومن موحد کی خیرخواہانہ سوزن معالجہ تھی۔ آپ کے آخری دموں کے وقت حضرت ام المؤمنین کی خواہش سے سب مرد دُوسرے کمرے میں چلے گئے تھے۔ مگر میں اِس یار کی جدائی کے درد کے خیال سے بھرا ہوا وہیں قدم پکڑے نظر نیچے کیے بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت کے قلب پر آلۂ سٹتھس کوپ لگا کر قلب کی حرکت کو خاموش پایا تو بے اختیار انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

الغرض آپ کی وفات بھی انہی لوگوں کی خیر خواہی کی محنت میں ہوئی۔ جن کی طرف وہ مامور ہو کر آئے تھے۔ اور یہ جو مسیح ناصری کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ اُس نے بہتوں کی خاطر اپنی جان قربان کی۔ اِسکا بھی یہی مطلب تھا۔ کہ اگر خلقت کی بہتری کی خاطر وُہ وعظ و نصیحت کا کام شروع نہ کرتے تو یہ مصائب اُن پر کیوں وارد ہوتے۔ نادان لوگوں نے اِس کے اُلٹے معنے لیے اور کفارے کا مسئلہ گھڑ لیا۔

اَب میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فرستادہ رسُول کی سچّی پیروی اور اُس کے احکام پر عمل اور اُس کے نمونہ زندگی پر ثابت قدمی عطا فرمادے۔ آمین و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین +

(محمد صادق عفی اللہ)

(مؤرخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۱۲ء)

ایک اور یورپین مسلمہ

ذیل کا ترجمہ ایک خاتون کی آخری دو چٹھیوں کا ہے جس کے ساتھ کچھ عرصہ سے میری خط وکتابت تھی۔ بہرحال خدا نے فضل کیا۔ میرا یقین ہے کہ یہاں کثرت سے طائران قدسیت ہیں جو حضرت امام مغفور علیہ السلام کو نظر آئے اور اُن کا طعمہ معرفت کے لئے حضرت کے شاگردوں کے پاس آنا خدا کے ہاں مدت سے فیصلہ ہو چکا تھا۔ خاتون مذکور کے راہ میں ایک خطرناک ابتلا ہے احباب سے التماس ہے کہ اس کے لئے خاص دُعا کریں۔ میں نے اُسے ووکنگ بلوایا تھا۔ جس کے جواب میں یہ خط تھا۔ بروز جمعہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۳ء

خواجہ کمال الدین

میرے پیارے دوست۔ مجھے معاف فرماویں اگر میں نے اس طرح آپکو خطاب کیا لیکن چونکہ تم میرے پیارے دوست[۱] ہو۔ میں تمہیں اسی طرح پکارنا چاہتی ہوں۔ میں آپکی اس مشفقانہ دعوت کی از حد مشکور ہوں لیکن میں کل آنے کے ناقابل ہوں مجھے یقین ہے کہ میرا اس طرح آنا آپکی کسی تکلیف کا موجب نہ ہوا ہوگا بات یہ ہے کہ جس سے میری نسبت ہو چکی ہے اس سے کل مجھے ملنا ہے +

بہرحال ابتک تو میں نے اُسے نہیں تبلایا کہ میں مسلمان ہونیکا ارادہ رکھتی ہوں سو اس میں شک نہیں کہ جب میں نے اس پر یہ ظاہر کیا۔ تو وہ مجھے اس سے روکنے کیلئے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے گا لیکن میں اپنے دل میں مصمم ارادہ کر چکی ہوں اور میرے اس فیصلہ کو کوئی چیز بدل نہیں سکتی +

میرا منگیتر عیسائی ہے اور مجھے یہ لکھتے ہوئے بھی افسوس کہ اسلام سے خطرناک طور پر وہ تعصب رکھتا ہے۔ فی الاصل میں اس امر کے متعلق بھی آپکو ملنا چاہتی ہوں تاکہ آپ مجھے اچھا مشورہ دے سکیں۔ یہ میرے نہایت ہی اطمینان اور سکون قلب کا موجب ہے کہ میرا آخری کوئی دوست ہے کسی نہ کسی طرح سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں گویا فی الواقعی آپسے واقف ہوں۔ کونسے اتوار آپ کو ملنا آرام دہ ہوگا میں بہت جلد کوشش کرونگی کہ میں آپ کو ملوں۔ مجھے نہایت ہی افسوس ہے کہ میں آپکو کل نہیں مل سکتی مہربانی کرکے مجھے معاف فرماویں۔ مجھ پر آپ ایک اور عنایت بھی کریں۔ مہربانی کرکے مجھے کوئی دُعا لکھ بھیجیں۔ جو میں صبح شام اپنے اس نئے مذہب کے مطابق حال کیا کروں مجھے کوئی ایسی دُعا معلوم نہیں ہے۔ ہاں یہ بھی مجھے بتلاؤ کہ اب کتنی دیر کے بعد آپ مجھے اسلام میں قبول کریں گے +

ہمیشہ آپکی سچی اور مشکور دوست

[۱] میں نے بجواب اُسے لکھا ہے کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔ اور تم میری پیاری بہن لیکن شائد آخرت کے رشتہ سے دوستی کا رشتہ زیادہ مضبوط سمجھا جاتا ہے وہ یونہی لکھتی ہے +

میں سردست نام نہیں لکھتا نام اُسدن لکھونگا جسدن علی الاعلان وہ مسلمان ہوگی۔ اس کا نام اور اصل خط کی نقل حضرت کی خدمت میں بھیجدی ہے۔ یہ ایک نہایت مشکل سوال ہے۔ میں نے بھی پسند کیا کہ اس مشورہ میں راقمہ خط کے کسی ہم قوم اور معتذر نومسلم کو اپنے ساتھ شریک کرلوں چنانچہ اس غرض سے میں ووکنگ سے لنڈن گیا۔ اور اُس سے گفتگو کی۔ مجھے چونکہ اس ہفتہ کے اخیر جنوبی ویلز میں جانا تھا اس لئے یہ اتوار تو موزون نہ تھی۔ تجویز یہ ہوئی کہ اگلے اتوار وہ لنڈن میں آکر میرے نومسلم بھائی کے مکان پر ملے۔ ایک اور متوسط طبقہ کی خاتون بمعہ چار فرزندوں کے قریب آرہی ہے۔ ممکن ہے اُسدن وہ بھی مشرف با اسلام ہو۔ اُسکو تبلیغ ہمارے معتذر دوست کر رہے ہیں بہرحال اس قرارداد کے مطابق اُسے خط لکھا گیا + سورہ فاتحہ اور ربنا لا تزغ قلوبنا۔ الخ کا ترجمہ انگریزی میں بھیجدیا۔ اور سورہ فاتحہ کی تفسیر مندرجہ اسلامک ریویو اکتوبر بھی بھیجدی۔ اس خط کا جواب حسب ذیل ہے:۔

میرے پیارے دوست۔ آپ کی مشفقانہ چھٹی کا میں جلدی میں جواب دے رہی ہوں۔ ہاں میں آپکے دوست ..... کی دعوت کو نہایت ہی خوشی سے قبول کرتی ہوں۔ میں نے یہ سمجھا ہے کہ ۲۳ تاریخ کو مجھے آنا ہے۔ آپکی چھٹی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنوبی ویلز کو اس ہفتہ کے آخر جا رہے ہیں اور ۲۳ کو آپ مجھے اپنے دوست کے مکان پر ملینگے۔ کیا یہ میرا قیاس درست ہے مجھے اس بات کی کسقدر خواہش ہے کہ بذات خود آکر آپکی مہربانیوں کی شکرگذار ہوں۔ جو کچھ میرے دل میں آپ کی عزت ہے وہ میں ظاہر ہی نہیں کر سکتی۔ میں اپنے خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے اس قابل کسی دن کردے کہ میں ان مہربانیوں کا شکریہ ادا کروں۔ میں نہایت اشتیاق سے اس وقت کو دیکھ رہی ہوں جب آپ سے ملاقات ہوگی +

ہمیشہ آپکی صادق دوست

ذیل کا ترجمہ ہمارے سوتھ پورٹ کے دوست کے خط کا ہے جس کے ساتھ چھ ماہ سے برابر خط وکتابت ہے پھر پچھلے ہفتہ تحریک کی تھی۔ جس کا یہ جواب ہے وہ مسلمان تو در اصل ہو چکا ہے۔ لیکن اخلاقی جرأت کا محتاج ہے خدا تعالے فضل کرے۔ ہمارے دوست دُعا کریں +

پیارے مسٹر کمال الدین۔ مذکورہ بالا پتہ سے آپکو معلوم ہو جاویگا کہ اسوقت میں گھر میں نہیں ہوں۔ اور یہی وجہ ہوئی۔ کہ مجھے ووکنگ آنے کا موقعہ نہ ملا۔ لیکن میں بہت جلد آؤنگا +

میری راہ میں بھاری دقت یہ ہے کہ میں اپنے معتقدات کے اظہار کی اپنے میں جرأت نہیں پاتا۔ میں نہایت مضبوطی سے اسلام کے معتقدات کو قبول کر سکتا ہوں۔ اور اُن پر ایمان لا سکتا لیکن مجھے اسلام کے بعض احکامات کی تعمیل میں دقت ہے مثلاً ادائیگی نماز کے متعلق۔ اسلام کی تعلیم ہر ایک مسلم سے متوقع ہے کہ جہاں کہیں ہو اور جو وقت ہو۔ ان مقررہ اوقات پر خدا کے آگے جھکنا۔ اور نماز ادا کرنا ہے یہی مجھے نظر آتا ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں یہ ہر روز کا دستور ہوں۔ جہاں سب لوگ یہ امر کرتے ہوں۔ کسی کا ان حالات کے ماتحت پبلک میں نماز ادا کر لینا کوئی اس قدر بھاری امر نہیں۔ لیکن اگر کوئی انگلستان میں نماز ادا کرے خواہ وہ عرب یا ترک یا کوئی اور مسلمہ مسلمان ہو۔ ایک انگریز کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ بالضرور اُس پر نگاہیں اٹھیں گی۔ وہ جہلا میں موجب مضحکہ ہوگا۔ اور دوسرے اس پر نکتہ چینی کریں گے +

آپ اگر اس جرأت پر غور کریں۔ جو اس امر کی ادائیگی میں کسی میں چاہیئے تو مجھے یقین ہے کہ آپ بھی مشکلات کو سمجھ جاویں۔ میں بہت ہی خوش ہونگا۔ اگر آپ مجھے اس امر میں کوئی نصیحت یا مشورہ دیں +

لوگ کہتے ہیں کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے وہ محدود ہے اور میرا تجربہ بھی ابھی لاشے ہے + لیکن جو کچھ میں نے اسلام کا سیکھا ہے اُس سے مجھے اور سیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔ اور جو کچھ مجھے اسلام کا علم حاصل ہوا ہے وہ مجھے یقین دلا رہا ہے کہ میں اس کو قبول کرنے میں بالکل راستی پر ہوں +

آپکا صادق

آج جمعہ ہے۔ اور چھ سات احباب عزیز ظفر علیخان اور دو مسلم طالب علم۔ ڈاکٹر محمد دین صاحب اسسٹنٹ نواب صاحب بہاولپور۔ مولوی محمد حسین صاحب نواب صاحب موصوف نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے آ رہے ہیں سو اس لئے اور کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ بہت دلچسپ باتیں ہیں۔ عید کی نماز یوم عید سے بھی باشوکت ہوئی۔ قربانی اور کفارہ کے عنوان پر خطبہ میں نے پڑھا۔ جو بفضلہ بہت ہی موثر تھا۔ خدا تعالے نے خاص معارف اس مضمون پر عطا فرمائے مفصل پھر لکھوں گا۔ نواب صاحب نے حسب دستور دس پونڈ پیش کئے۔ اور انکے رفقا نے ایک ایک پونڈ +

خواجہ کمال الدین

کرشمۂ قدرت

لاہوری ٹریکٹ جس کا جواب برادران انصار نے لکھا ہے ہنوز قادیان نہ پہونچا تھا کہ حضرت میر صاحب سخت بیمار ہو گئے تھے۔ ایام علالت مین حالت بے ہوشی مین آپ کچھ اشعار کہتے تھے جن میں سے ایک شعر اہل بیت کے ایک ممبر نے یاد رکھا اور لوگوں کو سنایا اور وہ یہ ہے:۔

اِترائے ہوئے پھرتے ہیں اغیار کے نیچے
ہیں اون کی نگاہوں میں بُرے یار کے نیچے

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ

ادویہ مجربہ مطب حضرت خلیفۃ المسیح بقیمت ارزان

سُرمہ مرواریدـ بلو اکسائڈ والا۔ مفید بصر۔ مفید گکرے۔ غشاد نزول الماء۔ قیمت فی تولہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶؍
سُرمہ دافع پھولا ۔۔ ۔۔ ۔ ۔ فی ماشہ عہ؍
سُرمہ مجلی۔ مفید پڑوال دُھند بل بیاض چشم۔ آب چشم فی تولہ ۱۲؍
سُرمہ ممیرا۔ مفید بصر از ضعف پیری۔ فی تولہ ۔۔ عہ؍
سُرمہ بُراق۔ مفید سلاق و سرخی پلک ۔۔ ۔۔ ۔۔ فی تولہ ۱۲
حب حافظ الجنین۔ اکسیر الجنین۔ اٹہرا کو دُور کرتی ہیں عہ؍
حب مقوی باہ ممسک چار درجن۔ قیمت عہ؍
دوائی بواسیر خونی۔ ۳۲۔ خوراک ۔ ۔ ۔ عہ؍
دوائی مقوی حافظہ دافع فالج و رعشہ و ضعف اعصاب ۴ تولہ عہ؍
حب مقوی باہ۔ سریع الاثر دو درجن ۔۔ ۱۲؍
دوائی مقوی باہ۔ مقوی معدہ و جگر۔ ۲۸۔ خوراک۔ عہ؍

ق۔ د۔ معرفت بدر ایجنسی۔ قادیان دارالامان ٭

آزمودہ مفید و بےنظیر دوائین

اکسیر سوزاک آزمالو۔ تجربہ کرلو

سوزاک والون کو خوشخبری۔ اکسیر سوزاک کے استعمال سے دو ہفتہ کے اندر اندر ہی بالکل انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوجائیگی۔ آزمالو۔ قیمت ۱۲؍
کشتہ لیشب مرکب۔ ضعف دل۔ دل کا دھڑکنا۔ کمی خون یرقان ان امراض کے لئے مسیحائی اثر رکھتا ہے۔ ۴۴ خوراک۔ عہ؍
معجون چاندنی۔ اِس کے استعمال سے قوت باہ بیحد پیدا ہوتی ہے امساک حد درجہ کا ہوگا۔ [illegible]۔ قیمت ایک تولہ ۱۲؍
مفرح کوسمبی۔ دل کو خوش کرتی ہے۔ دماغ کو طاقت بخشتی ہے

حافظہ کو تیز اور نسیان کو دُور کرتی ہے چہرہ کو نرم کرتی ہے۔ جریان مرد و عورت کو دُور کرے ٭

قیمت فی ڈبیہ کلان دو روپے چار آنے (عہ؍)

ہر ایک دوائی کا پرچہ ترکیب استعمال دوائی کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے ٭

ع۔ ن۔ معرفت بدر ایجنسی۔ قادیان دارالامان (گورداسپور)

اصلی سلاجیت قسم اعلیٰ

جو بہت محنت سے طیار کیگئی ہے۔ مقوی جمیع اعضائے رئیسہ ہے۔ بدن کو قوت دیتی ہے۔ ایک مُفرد قدرتی دوائی ہے۔ جو پہاڑون سے نکلتی ہے پہاڑ کی مومیائی ہے۔ جریان اور کثرت پیشاب کا علاج۔ جوڑون کے درد کو مفید ہے۔ بلغم کو کاٹتی ہے۔ اور قوت بدنی کو بڑھاتی ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے (۲؍)

ملنے کا پتہ:۔ بدر ایجنسی قادیان دارالامان گورداسپور

سکرٹری کسی شخص کا نام نہیں

چونکہ بعض احباب سکرٹری انجمن احمدیہ قادیان کے متعلقہ خطوط حضرت مولوی محمد علی صاحب کے نام نامی ارسال کرتے ہیں مگر وہ ترجمۃ القرآن کے کام مین مصروف ہونے کے باعث سکرٹری کا کام نہیں کرتے اسلئے آیندہ جو خط و کتابت سکرٹری کے متعلق ہو وہ کسی شخص کے نام نہ کی جائے بلکہ صرف سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پتہ پر کیجاوے:۔ شیر علی قائم مقام سکرٹری

مطلع فرماوین

(۱) جملہ ناظرین اخبار کیخدمت مین التماس ہے کہ نہر اپر جہلم کی زمین و نہر گنجی بار ضلع منٹگمری کی زمین کس جگہ سے اور کس حیثیت کے آدمیونکو ملیگی اور کب تک درخواستین دی جاوینگی اور کس افسر کو درخواست برائے حاصل اراضی اہتمار دیجا سکتی ہے اگر کسی صاحب کو کافی ہو تو مطلع فرماوین ٭

(۲) خاکسار پرائمری پاس شدہ اُردو خوان ہے اور کچھ تھوڑی سی عربی بھی واقف ہے، اور بباعث بے روزگاری گھر بیکار رہتا ہے اگر کسی صاحب کو ملک اخبار کے پاس کوئی جگہ خاکسار کے متعلق ہو تو طلب فرماکر مشکور فرماوین۔ اور اگر کسی صاحب محکمہ انہار کے پاس کوئی جگہ پنسال نویسی کی خالی ہو۔ تو خاکسار کو مقرر فرماکر مشکور فرماوین خاکسار اچھی طرح سے تحریر کا کام کر سکتا ہے۔ براہ راست خاکسار کو مطلع فرماوین ٭

خاکسار نور محمد عفا اللہ عنہ۔ از موضع میانی ڈاکخانہ چکری تحصیل و ضلع جہلم

مجرب نسخے
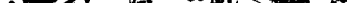
ہم فائدہ عام کے واسطے وہ ادویات و نسخہ جات جو حضرت مولوی نورالدین صاحب کے شفاخانہ مین عموماً استعمال مین آتے ہین تیار کرکے فروخت کرتے ہین اور مختصر فوائد کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں اور منافع بھی بہت کم رکھا گیا ہے جو صاحب چاہیں قیمت پیشگی بھیجکر یا بذریعہ وی پی ہم سے منگوا سکتے ہین۔ ترکیب استعمال ہمراہ روانہ کرینگے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ٭

سفوف مقوی باہ۔ قوت پیدا کرتا ہے اور باہ کو جوش دلاتا ہے سُرعت اور رقت کے لئے مفید ہے۔ قیمت ۱۰؍

طلائے عجیب۔ سستی کو دُور کرتا ہے۔ پٹھون کو مستحکم اور مضبوط بناتا ہے اور باہ کو برانگیختہ کرتا ہے۔ قیمت ۱۰؍

سفوف مقوی معدہ۔ ہاضم طعام۔ کاسر ریاح دنفخ شکم پیٹ کے درد اور چھبن کو دُور کرتا ہے۔ قیمت ۸؍

سفوف صندل۔ ہر قسم بخار اور معدے کی تبخیر اور بدن کی حرارت کو دُور کرتا ہے۔ قیمت ۸؍

سفوف مصفی خون۔ خون صالح پیدا کرتا ہے اور چہرے کے رنگ کو نکھارتا ہے بدن کے دھبے اور مُونھ کی چھائیان دُور ہوجاتی ہیں قیمت ۸؍

آنکھون کی دوائی۔ آنکھون مین دھند۔ غبار۔ گکرے۔ اور آنکھون کے بھاری رہنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت ۸؍

معجون مفرح۔ دل کی کمزوری اور دھڑکن اور گھبراہٹ کو مفید ہے دماغ اور معدہ کو قوت دیتی ہے۔ قیمت ۸؍

سفوف دافع سوزاک۔ سوزش اور جلن دُور کرکے ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔ سوزاک نیا ہو یا پرانا بفضلہ تعالیٰ آرام آجاتا ہے قیمت ۱؍

حبوب طحال۔ تلی خواہ کس قدر بڑھ گئی ہو ان گولیون کے چند روز کے استعمال سے انشاء اللہ صحت ہوجائے گی۔ قیمت ۸؍

ل۔ ل۔ معرفت بدر ایجنسی قادیان دارالامان (گورداسپور)